بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلۂ دائرۂ ادبیہ (۳)

بیگمات بنگال

مترجمۂ

مولوی سید ذی النورین صاحب انوار ترمذی

سنہ ۱۹۱۹ع

کیسری داس سیٹھ کے اہتمام سے نولکشور پریس لکھنؤ مین چھپی

اور

دائرۂ ادبیہ، لکھنؤ نے

شائع کی

قیمت [illegible]

ذخیرہ کتب:۔ محمد احمد ترازی

ابو بکر شبلی آپ کے حالات۔ آپ کا جوش وحدت اور جذبۂ خروش
خواجہ معین الدین چشتی حضرت قطب الہند خواجہ اجمیری کے مستند تاریخی حالات
فسانۂ مجنون عاشق لیلیٰ مجنون عامری کے حالات زندگی (لائبریری ایڈیشن)
حسن بن صباح بانی فرقۂ باطنیہ کے حالات فردوس بریں کی کنجی (لائبریری ایڈیشن)
آغائی صاحب مرزا آغا علی خان مرحوم رئیس لکھنؤ کے حالات ....
سکینہ بنت حسین جناب امام حسین کی صاحبزادی کے سچے تاریخی حالات
ملکہ زنوبیہ حضرت مسیح کے عہد قریب کی ایک عربی نژاد شاہزادی کے حالات زندگی
قرۃ العین ایران کی ایک مشہور مجتہد زادی کے دلچسپ حالات
شیرین ملکۂ عجم شیرین فرہاد کا نام کس نے نہیں سنا۔ اُن کے تاریخی حالات ملاحظہ ہوں۔
مخدرات نامور خواتین ارض کے تاریخی حالات جو وقتاً فوقتاً دلگداز میں شائع ہوئے

تاریخی ناول

حیاتِ حق جلد اول حضرت خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے
مبارک حالات نہایت دلچسپ عنوان سے از ولادت تا ہجرت۔
منصور موہنا ایک نہایت ہی دلچسپ اور قابل دید تاریخی ناول
بابک خرمی سلطنت عباسیہ کے زمانے کا ایک تاریخی واقعہ
لعل لنسو۔ ایک سچا عاشقانہ تاریخی ناول
ایام عرب جاہلیت عرب کی دو تاریخی لڑائیاں۔ دو عربی شاہزادیاں اور دو نو عمر
شہزادے شجاع نوجوان بنی غسان بنی لغمان۔ اور خسرو پرویز کے دربار شیرین و مریم
سرگزشت جلد اول جلد دوم دونوں مکمل جلدیں
فتح اندلس سپین پر عربوں کا حملہ شجاعت اور عشق
ملک دولت غوریہ کا عروج سلاطین غوریہ کے کارنامے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دیباچۂ مترجم

"بیگمس آف بنگال" جس کا ترجمہ آپ کے پیش نظر ہو، اس کے مؤلف مسٹر برجیندر ناتھ بنرجی ایک بنگالی بابو ہیں۔ اس تالیف میں آپ نے کیا محنت [illegible]ا ہے اور کتاب کیسی ہے؟ یہ خود اس کے دیکھنے اور ذیل کی تمہید سے واضح ہو گا جسے جناب مؤلف اپنی کتاب کا خوشنما زیور بناتے ہیں۔

بابو اکشوا سے کمار متر بی ایل، صاحب تمہید لکھتے ہیں:۔

تمہید اس تمہید کا صرف یہ منشا ہو کہ اُس ناقابل انکار حقیقت

اعتراف کیا جائے کہ بیگمات بنگال، نوابان بنگال کی تاریخ مین ایک وقیع درجہ رکھتی ہین - وہ اگرچہ پردہ مین رہتی تھین، لیکن نوابون اور اہل دربار پر اپنے اثر کو پوری طور سے کام مین لاتی تھین -

ان مین سے بعض بیگمین اپنی غیر معمولی دانائی اور دور اندیشی کے لحاظ سے بہت مشہور تھین - اور بعض نے اپنی عالی حوصلگی وسخاوت، اور نیز دوسری ہر دلعزیز صفتون سے اپنی ہمجنسون اور طبقہ اعلیٰ کی زندگی کے لیے بہت کچھ کیا ہے لہذا "بیگمات بنگال" کی تاریخ سب کے لیے دلچسپ وسبق آموز ہوگی - اور تاریخ کے طلبہ کو اس مین بیگمات بنگال کے متعلق وہ تمام حالات مجموعی شکل مین ملسکین گے جو درحقیقت جاننے کے قابل ہین -

یہ اشاعت (ایڈیشن) اپنی خوبصورت چھپائی اور تاریخی صحت پر ہوشیارانہ توجہ صرف کرنے کی بدولت مبارکباد کی مستحق ہے -

اس تمہید کے بعد کتاب کی نسبت کچھ کہنا بے سود ہے - البتہ یہ بتا رہا کہ اس موضوع پر لکھنے کی غرض وغایت کیا تھی؟ اس پر خود مؤلف صاحب اپنے دیباچہ مین یون روشنی ڈالتے ہین:

دیباچہ مؤلف

ابھی تک بیگمات بنگال کی کوئی تاریخ شائع نہین ہوئی ہے، ہم نے اس چھوٹی سی کتاب مین بعض بیگمات کی زندگی کے مختلف حالات جمع کرنے کی کوشش کی ہے - اگرچہ مرشد آباد کی بیگمون کے سوانح عمری اس چھوٹی سی کتاب مین مفصل طور پر لکھے گئے ہین - لیکن ہم انھین بنگال کی بیگمات بھی کہ سکتے ہین - کیونکہ مرشد آباد کی اٹھارویں صدی کی تاریخ حقیقت مین بنگال ہی کی تاریخ ہے -

ہم پروفیسر جادوناتھ سرکار - ایم - اے، پریم چند رائے چند اسکالر پٹنہ کالج کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتے ہین جنھون نے باوجود اپنے مختلف فرائض کے مہربانی فرماکر مسودہ کو دو مرتبہ ملاحظہ فرمایا، اور مفید مشورے دیے ہین - اور بابو اکشوا ے چندر متر بی - ایل - مشہور محقق آثار قدیمہ بھی شکریہ کے مستحق ہین کہ انھون نے اپنی تمہید سے اس مختصر کتاب کو زینت بخشی -

ایس - سی - برمن - بی - این بنرجی

(کلکتہ)

(۲۵ - جولائی ۱۵ع)

اس دیباچہ کے بعد مین اتنا اور کہنا چاہتا ہون کہ انگریزی زبان کی طرح اردو زبان کا دامن بھی ان سدابہار پھولون سے خالی تھا اور ظاہر ہے کہ ابھی غریب

اُردو کی بساط ہی کیا ہے لیکن مؤلف صاحب نے کی عنایت نے مجھے اس کمی کو پورا کرنے کا موقع دیدیا۔ چنانچہ جیسا کچھ بھلا بُرا ترجمہ ہو سکا وہ نذرِ ناظرین ہے۔

اس ترجمہ مین محض اس خیال سے کہ کتاب عورتون کے پڑھنے کے قابل ہو جائے دو ایک جگہ لفظی تصرف بھی کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ جناب مؤلف اس کو معاف فرمائین گے اور میری یہ سعی مشکور ہو گی۔

آخر مین مجھے اپنے محترم مولانا محوی کا شکریہ بھی ادا کرنا ضروری ہے کہ آپ نے ترجمہ کے مسودہ کو دیکھ کر مفید اصلاحات فرمائین اور ایک دلچسپ خاتمہ لکھکر وہی قابل شکر گزاری فرض ادا کیا جو بابو اکشوا ے کمار ستر نے تمہید لکھ کر کیا ہے۔ حقیقت مین کتاب کے لیے یہ خاتمہ بھی باعث زینت اور ایک مفید اضافہ ہے

ناظرین کرام نے، اگر میری اس چند روزہ محنت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا، اور بیگمات بنگال کو ذوق و شوق سے پڑھا تو آیندہ بھی مجھے اس قسم کے مفید سلسلے کو جاری رکھنے کی جرأت ہو گی اور مین کچھ نہ کچھ لکھتا رہونگا۔ کیونکہ یہ کام مین نے کسی مالی منفعت کے غرض سے نہین بلکہ صرف وطنی خدمت کے خیال سے کیا ہے۔

(۱۵ - اکتوبر ۱۹۱۶ء) ذی النورین انوار ترمذی

بیگمات بنگال

زینت النسا

دختر مرشد قلی خان

زینت النسا بیگم مرشد قلی خان نواب بنگال کی اکلوتی بیٹی تھی۔ جس زمانہ مین مرشد قلی خان حیدرآباد کے "دیوان" تھے۔ اُسی زمانہ مین زینت النسا کی شادی شجاع خان سے ہوئی۔ شجاع خان برہان پور کا رہنے والا تھا۔ جو دکن کا ایک مشہور شہر ہے۔ اور اس کی اصل ایک ترکی قوم افشر[1] سے تھی۔ مگر زینت سے شادی کرنے کے بعد وہ مرشد قلی خان کے خاندان مین داخل ہو گیا۔ اس رشتہ سے اسے بہت فائدہ پہونچا۔ کیونکہ اس کے خسر مرشد قلی خان نے دیوان بنگال مقرر ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی شجاع کو صوبیداری اوڑیسہ کی نیابت عطا کر دی لیکن ابھی کچھ زیادہ مدت نہین گزری تھی

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۵۰۳، مین لکھا ہے کہ شجاع کا اصلی نام مرزا دکھنی تھا۔ وہ نورالدین کا لڑکا تھا جو سلطان ایران شاہ طہماسپ کے گورنر علی یار کی نسل سے تھا۔

کہ مرشد قلی خان سے بگاڑ ہو گیا۔ کیونکہ صوبہ کی طرز حکومت کے متعلق شجاع اپنے
خسر کی رائے سے متفق نہ تھا، وہ انتظامی معاملات میں مرشد قلی خان کی
ہر وقت کی مداخلت کو نہیں پسند کرتا تھا۔ آخر اس اختلاف ہی کی بنیاد پر
شجاع کو اپنے سسر سے الگ ہونا پڑا۔ اور بذات خاص معاملات حکومت
کی جانچ کرنے کے لیے اڑیسہ میں سکونت پذیر ہو گیا۔

شجاع ایک منصف مزاج اور ایماندار گورنر تھا، وہ اپنی رعایا سے
ہمیشہ مہربانی و محبت کا سلوک کرتا تھا۔ لیکن اس کے اخلاق و عادات میں
صرف یہ کمزوری ضرور تھی کہ کسی قدر عیش پسند اور لالچی تھا۔ تاہم اسکی بیوی
زینت النسا جو ایک نہایت نیک مزاج بی بی تھی۔ اُس نے اپنے شوہر
کی اصلاح میں اپنے مقدور بھر پوری کوشش صرف کی لیکن اُسے کامیابی نہ ہوئی۔
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے باپ کی طرفدار اور شوہر سے بیزار ہو کر اپنے لڑکے
سرفراز کے ساتھ مرشد آباد چلی گئی۔

مرزا محمد نامی، شجاع کا ایک وفادار ملازم تھا اور دور کا ایک عزیز تھا
اصل میں مرزا محمد بہت غریب آدمی تھا اور اڑیسہ میں آوارہ گردوں کی طرح
قسمت آزمائی کرنے کو آیا تھا۔ اس کے دو لڑکے تھے! حاجی احمد اور

علی وردی

علی وردی نے اپنی کبھی نہ ٹوٹنے والی ہمت اور غیر معمولی چالاکی سے

نہایت جلد نواب کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ اور رفتہ رفتہ اپنی حالت درست
کر کے خود کو اس قابل بنا لیا کہ اپنے بھائی حاجی احمد کو دہلی سے اڑیسہ بلا لے۔
دونوں بھائیوں کو انتظامی اور جنگی معاملات کا بہت کچھ تجربہ تھا۔ لہذا
دونوں نے شجاع کو اڑیسہ کی مسند حکومت پر مضبوطی سے بٹھانے میں بڑی
کوشش کی۔ اور علی وردی شجاع کے دربار میں سب سے زیادہ معزز
عہدہ فائز ہو گیا۔

مرشد قلی نے جو اس وقت سخت بیمار تھا! قریب الموت ہونے کی وجہ
سے اپنے نواسے سرفراز کو بنگال کی صوبیداری پر نامزد کرنا چاہا، شجاع کو جب
اس کی خبر لگی تو اس نے حاجی احمد اور علی وردی سے مشورہ کر کے بادشاہ
سے بنگال و اڑیسہ کی صوبیداری کے لیے درخواست کی۔
تھوڑے عرصہ میں مرشد قلی نے وفات پائی۔ اور شاہ شجاع مرشد آباد
کی طرف روانہ ہوا۔

شجاع ۱۷۲۷ء ۱۱۳۹ھ

اسکو دہلی سے سند صوبہ داری مل چکی تھی اب وہ فوجی امداد
کی بدولت شہر میں جو اس وقت بنگال کا دار السلطنت
داخل ہو کر مسند نشین ہو گیا۔

زینت النسا اس زمانہ میں اپنے لڑکے کے ساتھ مرشد آباد کے
قریب رہتی تھی۔

سرفراز کو جب شجاع خان کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے شجاع
روکنے کی تیاری شروع کردی لیکن اسکی ماں زینت النساء نے جو اپنی دانش
اور دوراندیشی مین ضرب المثل تھی، اور جسکی سرفراز بہت عزت و محبت کرتا
اُسکو اپنے باپ کا مقابلہ کرنے سے روکا۔ عقلمند زینت النساء نے اُ
سمجھایا کہ "تمہارا باپ بوڑھا ہو گیا ہے اور عرصہ تک تم کو حکومت سے
نہین رکھ سکتا ہے اس لیے فی الحال تم کو چاہیے کہ دیوان کے عہدہ پر ق
کرو اور اپنے باپ کے مقابلے مین ہتھیار اٹھانے کا خوفناک گناہ اپنے س
یہ دلیلین اسکی ناراضی پر اس درجہ غالب آئین کہ وہ اپنے باپ سے
ملنے گیا۔ اور اُس کو اپنے ساتھ مرشدآباد لایا۔ شجاع خود زینت سے
آیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ زینت نے نہایت خوشی سے اس
معاف کردیا۔ اور اس طرح اپنی دانائی سے ایک بگڑتے کام کو بنالیا۔

سرفراز کے علاوہ شجاع کی دوسری بیوی سے اُس کا ایک لڑکا
جسکا نام تقی خان تھا، اب جو عظیم آباد پٹنہ کی حکومت بھی شجاع کے
مین آگئی تو اُسنے اپنے دونون لڑکون مین سے ایک کو وہان کا گورنر
چاہا۔ لیکن یہ فیصلہ نہ کرسکا کہ ان مین سے پٹنہ کا گورنر کس کو مقرر کر
زینت النساء نے اپنے لڑکے کو پٹنہ بھیجنے سے انکار کردیا اور ابھی وہ ا
اس مسئلہ کو طے کرکے اپنی رائے بھی ظاہر نہ کرنے پایا تھا کہ زینت ل

سوتیلے بیٹے تقی خان[لے] سے جلنے لگی اور اُس کے تقرر کی مخالفت کی، شجاع
اپنی بیوی کی خواہش کے خلاف نہین کرسکتا تھا۔ اور آخرکار اسنے علی وردی
کو پٹنہ کا گورنر مقرر کردیا۔ زینت النساء نے علی وردی کو بیش بہا خلعت دیکے
اس تقرر پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زینت
یہ چاہتی تھی کہ اپنے بیٹے سرفراز کو اصلی حقدار سمجھے اور خود کو بجائے صوبیدار
کے صوبیدار کا مشیر خیال کرے۔

جس وقت نادرشاہ دہلی مین قتل و غارت مین مصروف تھا شجاع بستر
موت پر پڑا دم توڑ رہا تھا۔

اس کے انتقال کے بعد سرفراز تخت نشین ہوا (سنہ ۱۷۳۹-۱۷۴۱)
اس زمانہ مین علی وردی اور اسکا خاندان ریاست مین بہت کچھ اثر و اقتدار
پیدا کرچکا تھا۔ یہ اثر و اقتدار ایک جماعت کو اُس کی دشمنی پر آمادہ کرنے مین
کامیاب ہوا۔

جو لوگ سرفراز خان کے دربار مین گھسے ہوئے تھے۔ مرزا محمد علی وردی
اور حاجی احمد کے خلاف اس کے کان بھرتے رہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
حاجی احمد دیوانی کے عہدے سے جلد ہٹادیا گیا۔ اس ذلت کا بدلہ لینے

لے مسٹر ہاویل کی رائے مین تقی خان زینت النساء کا لڑکا تھا نہ کہ اسکی سوت کا لیکن اب
متاخرین کی شہادت اس سے معتبر ہے۔

کے لیے اس نے اپنے بھائی علی وردی کو پٹنہ خط لکھا۔ اسپر علی وردی اپنی فوج لیکر مرشدآباد پر چڑھ آیا اور لڑائی شروع ہو گئی اس گرھیا کی خونریز لڑائی مین سرفراز کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا۔ (جنوری ۱۷۴۰ء) دو روز بعد علی وردی بڑی شان وشوکت سے مرشدآباد مین داخل ہوا۔ مسند پر بیٹھنے سے پہلے وہ بذات خود زینت النسا کے کمرے مین گیا۔ اور اس کے سامنے سر جھکا کے معافی کا خواستگار رہا۔ اور اس سے کہا کہ "جو کچھ قسمت مین لکھا تھا وہ ہو چکا۔ اس غلام کی دغابازی دامن تاریخ پر ہمیشہ ایک بدنما داغ رہیگی۔ لیکن غلام بقسم عرض کرتا ہے کہ آپکی عزت وخدمت کرنے مین تا عمر کبھی کوتاہی نہ کریگا۔ اور رفتہ رفتہ یہ خیال جناب کے دل سے دور ہو جائیگا۔"

زینت النسا کو اپنے بیٹے کے مارے جانے کا اس قدر رنج تھا کہ اُسنے جواب نہین دیا۔

علی وردی کی مسند نشینی کے بعد اس کے بڑے داماد نوازش محمد نے زینت النسا سے منظوری حاصل کر کے اسکو اپنے محل مین لا کے اپنی مان بنالیا۔ اسکی تمام محلسرا کا انتظام زینت النسا ہی کے سپرد تھا۔ لیکن وہ کبھی نوازش کے سامنے نہین آئی۔ بلکہ جب کبھی اُس کو خانگی مصارف کا حساب سمجھانا ہوتا تھا تو وہ پردہ سے سمجھا دیتی تھی۔

محلسرا کے متعلق زینت کے تمام احکامات کی نوازش کو بغیر اطلاع

لیے ہوئے تعمیل کی جاتی تھی۔

زینت النسا کے قبضہ مین اس کے باپ مرشد قلی کی اراضی معافی تھی اور وہ انکی مالگذاری آزادی سے وصول کرتی تھی۔ نوازش اور اُس کا سر علی وردی دونون اس کی عزت کرتے تھے اور اس کے سامنے بغیر سر جھکائے کبھی نہین تے تھے اور نہ بغیر اس کی اجازت کے اس کے سامنے بیٹھ سکتے تھے۔

نوازش اور اُس کی بیوی گھسیٹی زینت کا غم غلط کرنے کی کوشش ن رہتے تھے۔ زینت النسا نے اس کے لڑکے "آغا بابا" کو متبنیٰ کر لیا جو اُس عالم ضعیفی مین زینت کے لیے باعث تسکین تھا۔

اس نے سید احمد خان کی لڑکیون مین سے ایک لڑکی کے ساتھ آغا کی شادی کرنا چاہی اور گھسیٹی کے ذریعہ سے آغا بابا کے پاس پیغام بھیجا شہزادے نے منظور کر لیا اور مرشدآباد[۱] مین بڑی دھوم دھام سے برات نکلی۔ تاریخ سے کچھ پتہ نہین چلتا کہ وہ کبتک زندہ رہی۔ لیکن ایک مسجد کے کھنڈر اب تک باقی ہین۔ یہ مسجد اس نے عظیم نگر مین محل سے ایک میل پر بنوائی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس مسجد کے قرب وجوار مین وہ دفن بھی ہے۔

---

[۱] متاخرین جلد اول صفحہ ۴۸۳ جلد ثانی صفحہ ۱۰۹ مین زینت النسا کا نام نفیسہ لکھا ہے لیکن ریاض السلاطین اور الکاٹ کی فرشتہ مین لکھا ہے کہ سرفراز کی بہن کا نام نفیسہ تھا نہ مان کا۔ لیکن متاخرین زیادہ معتبر ہو اس لیے ہم اس کو زیادہ ترجیح دیتے ہین۔

بیگم علی وردی سراج الدولہ کی دادی

نواب علی وردی کے سب سے بڑا بھائی حاجی احمد کے تین لڑکے
نوازش، سید احمد، زین الدین احمد، انکی شادیان علی وردی کی لڑکیون گھسیٹی،
اور آمنہ سے ہوئی تھین۔ نوازش کی کوئی اولاد نہ تھی۔ سید کا صرف ایک
شوکت جنگ تھا۔ زین الدین کے تین لڑکے، سراج، فضل قلی، اور مرزا مہدی تھ
علی وردی کے عہد حکومت کے بہت سے واقعات کا تعلق انکی بیگم سے
وہ سایہ کی طرح اس کے پیچھے لگی رہتی تھی۔

ذیل کے واقعات سے اس بیان کی تصدیق ہوگی

میر حبیب نامی ایک شخص نے جو بہت بڑا دغاباز تھا راگھوجی
سے جو مرہٹون کا بڑا سردار تھا کہا کہ بنگال مین بے شمار دولت ہو اس
دل مین اس قدر لالچ پیدا ہوا کہ اس نے بھسکر پنڈت کی سرداری مین ایک
بڑی فوج بنگال پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کی دغاباز میر حبیب رہنمائی کا کا
کرتا تھا۔ علی وردی کا مقابلہ مرہٹون سے بردوان کے قریب ہوا۔ اس کی بیگم
میدان جنگ مین اس کے ساتھ تھی۔

مرہٹون نے تاخت و تاراج شروع کردی یہانتک کہ لینڈ ا
ہاتھی کو جسپر بیگم سوار تھی حملہ کیا اور گھیر کے اپنی کیمپ کی طرف لیے

احب خان نے آکے بیگم اور ہاتھی کو چھڑایا بالاسور کی لڑائی مین بھی بیگم
پ کے ساتھ تھی۔ وہ ایک زبردست تجربہ کار کی طرح نہایت استقلال سے
ن جنگ اور اس کے خونریز مناظر دیکھ سکتی تھی۔ وہ دشمنون مین گھرے
نے کے وقت اور اُن کے ہاتھون مین قید ہوجانے کے وقت بھی ہمت
ن ہارتی تھی۔ اس نے مہلک مصائب مین بھی کبھی اپنے شوہر کا ساتھ
ن چھوڑا وہ اپنے ہمجنسون کے لیے ایک قیمتی جوہر تھی۔ وہ جلسون مین
ر خوشی کیا کرتی تھی۔ لیکن خانگی زندگی مین بہت حیا پرور تھی۔ وہ بیماری
ہوشیار دایہ تھی۔ وہ مصیبت مین ایک درست رائے مشیر تھی۔

علی وردی اسکی فرمائشون اور خواہشون کا بہت خیال رکھتا تھا۔ وہ ان
ب نیک کامون کی محرک تھی جو اس کے شوہر نے انجام دیے ہین۔
بھی موقع ہوتا تھا وہ رحم کے اظہار سے باز نہین رہتی تھی۔ وہ اپنے
ر کی رعایا پر ہمیشہ لطف و کرم کرتی رہتی تھی۔ مسٹر ہال ویل اس بیگم کی
ے تعریف کرتے ہین اور اس کے متعلق لکھتے ہین کہ:

وہ ایک ایسی عورت تھی جس کی دانشمندی، عالی خیالی،
سخاوت، اور دوسرے اچھے اخلاق، اس کے ہمجنسون اور
ہم رتبہ لوگون کے لیے باعث عزت ہین۔ غاصب کے صلاح
و مشورے پر اس کا بہت اثر پڑتا تھا۔ وہ ہر ضروری تحریک

مین اس سے مشورہ لیا کرتا تھا۔ لیکن فریب آمیز اور خونخوارانہ کارروائیون مین مشورہ نہین لیا جاتا تھا۔ کیونکہ معلوم تھا کہ وہ انکی مخالفت کریگی۔ وہ ایسی کارروائیون پر ہمیشہ ملامت کیا کرتی تھی۔ خواہ ان کے کرنے مین کامیابی ہو یا ناکامیابی اُسنے فیصلہ صادر کردیا تھا کہ ایسی کارروائیان خاندان کو برباد کردینگی۔

بھسکر پنڈت کے قتل کے بعد راگھوجی نے پھر ایک زبردست حملہ کیا۔ نواب بہت خوف زدہ اور پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے بیگم … مشورہ کیا صلح کی گفتگو کرنے کی رائے قرار پائی۔ راگھوجی بھی مطمئن … نہین تھا اور صلح کرنے کے لیے آمادہ تھا۔ لیکن میر حبیب نے جو نو… کا سنگدل دشمن تھا۔ راگھوجی کو اس ارادے سے باز رکھا اور کہا … کچھ عرصہ تک جنگ جاری رکھی گئی تو علی وردی کو مجبوراً صلح کی التجا … کرنا پڑیگی اس وجہ سے کہ اس کا خزانہ خالی ہو گیا ہے۔ اور اس … سپاہی وقت پر تنخواہین نہ ملنے کی وجہ سے بددل ہو رہے ہین۔ راگھو کو اس طرح میر حبیب نے نواب کی تجویز نامنظور کرنے پر آمادہ … بیگم کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے سپاہیون کو مرہٹہ کیمپ پر ایک حملہ کردینے کا حکم دیدیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس موقع پر افغان سر…

… نے مرہٹون کے ساتھ سازش کرکے بہت پریشان کیا۔ بہرحال بیگم کو تمام سازشون کا حال معلوم ہو گیا اور وہ لوگ بے عزتی سے نکال دیے گئے۔ …نھون نے زین الدین کو مار کر اور اُس کی بیوی آمنہ بیگم کو گرفتار کرکے …بر لیا۔ علی وردی اس غیر متوقع خطرہ سے بہت گھبرا گیا تھا۔ لیکن بیگم نے اس کو ہمت دلا کے افغان سردارون کے مقابلہ پر تیار کیا۔

ایک لڑائی ہوئی۔ آمنہ کو رہائی ملی اور افغان زیر کیے گئے۔ یہ بیگم ایک نہایت نیک خیال اور حیا پرور خاتون تھی، اور اکثر و بیشتر اپنی لڑکیون … و حیا پروری، حفظ عصمت، اور پاس آبرو کی ہدایت و نصیحت کرتی رہتی تھی، اور … بدنامی و رسوائی کی باتون سے بچنے کی ہمیشہ تعلیم دیتی اور تاکید رکھتی تھی۔

اس کے تھوڑے عرصہ بعد نوازش کا انتقال ہو گیا (۱۰ دسمبر ۱۷۵۵ء) اس مال و دولت نے جو گھسیٹی کے حصہ مین آیا۔ سراج کو اُسکی طرف متوجہ کیا۔ مگر گھسیٹی نے مع اپنے مال و دولت کے موتی جھیل مین پناہ لی جب تک علی وردی زندہ رہا سراج گھسیٹی سے دشمنی کا اظہار نہ کرسکا ۱۷۵۶ء مین علی وردی خان کا انتقال ہو گیا اور سراج نے مسند نشین ہوتے ہی گھسیٹی کی دولت پر قبضہ کرنے کی غرض سے موتی جھیل کو گھیر لیا علی وردی کی بیگم خود قلعہ مین گئی۔ سراج اور گھسیٹی سے صلح کرادی گھسیٹی کو حکومت بنگال کے متعلق اُن تمام دعوون سے دست بردار ہونا پڑا

جو اسے اپنے متبنٰی لڑکے کے متعلق تھے اور سراج کو نواب تسلیم کرنا پڑا
اُدھر سراج کو اپنی چچی کے مال و متاع سے ہاتھ اُٹھانا پڑا۔ لیکن دوسرے
روز اسنے زبردستی ہوئی جھیل کی تمام دولت پر قبضہ کرلیا۔

ان وجوہوں سے گھسیٹی نے مجبور ہوکر انگریزوں سے پناہ چاہی
اور انگریزوں سے جنگ ہوئی۔ سراج نے کلکتہ پر حملہ کیا اور ہالویل کو
کرکے مرشد آباد لے گیا (۷ جولائی ۱۷۵۶ء)

ایک روز ہالویل نے مرشد آباد مین اس سخت قید کے اندر بیگم
کی نوکرنی اور شیخ کی کچھ گفتگو سُنی۔ اُسے معلوم ہوا کہ علی وردی کی
بیگم نے سراج سے ہالویل کی رہائی کے لیے درخواست کی اور دوسرے
وہ اپنے کو آزاد دیکھ کر نہایت متعجب ہوا۔ مسٹر ہالویل نے اس فیاض
خاتون کا شکریہ ادا کرنا فراموش نہیں کیا۔

سراج کے قتل کے بعد میرن نے علی وردی کی بیگم گھسیٹی
آمنہ، لطف النسا اور اسکی چھوٹی بچی کو قید کرکے ڈھاکے بھیجدیا اور
کے گورنر کے نام ان کو پوشیدہ طور پر قتل کردینے کا حکم لکھ بھیجا
لیکن گورنر نے اس وحشیانہ اور ظالمانہ حکم کی تعمیل نہین کی۔

اسپر میرن نے اپنے ایک دوست کو اپنے حکم کی تعمیل کرنے کے
روانہ کیا۔ ہم بعد مین بتائین گے کہ گھسیٹی اور آمنہ پر آخر کار کیا گزری۔

تاریخ سے کچھ پتہ نہین چلتا کہ گھسیٹی اور آمنہ کا جو کچھ حشر ہوا، اس نے علی وردی
کی بیگم، لطف النسا، اور اسکی بچی کیونکر بچین اور مرشد آباد کس طرح واپس آئین۔

افسوس اس بیگم کو زندگی کے آخری زمانہ مین اُتنی ہی مصیبتون کا سامنا
جتنی خوشیاں اُس نے اپنے آغاز عمر مین دیکھی تھین۔

اس عظیم الشان عورت کے مقبرہ پر جانے والے، اُس کی قبر پر آنسو بہائے
بغیر نہین رہ سکتے۔

گھسیٹی بیگم

سراج الدولہ کی چچی

گھسیٹی بیگم، علی وردی خان کی سب سے بڑی لڑکی اور سراج الدولہ کی قریبی رشتہ دار تھی اس کی زندگی سے بعض وہ ناگوار واقعات بہت زیادہ تعلق رکھتے ہین جو نواب سراج الدولہ اور "ایسٹ انڈیا کمپنی" مین پیش آئے اور جنکی بدولت پلاسی کی جنگ ہوئی اس جنگ مین نواب نے شکست کھائی، او برطانیہ سلطنت کی بنیاد پڑی۔

جہان تک تاریخ بنگال کا تعلق ہے، گھسیٹی بیگم کی زندگی معمولی اہمیت نہین رکھتی،

اس[1] کی شادی نواب علی وردی خان کے بھتیجے نوازش محمد سے ہو اور نواب علی وردی نے نوازش کو ڈھاکے کا گورنر مقرر کر دیا تھا، وہ جوا

له متاخرین سے معلوم ہوتا ہے کہ گھسیٹی کا نام اصل مین مہرالنساء تھا اور کئی نام اور بھی تھے مگر عام طور پر اُسے گھسیٹی بیگم ہی کہتے تھے۔ بعض وقت گھسیٹی بی بی یا چھوٹی بیگم اور کبھی موتی جھیل کی بیگم بھی کہتے تھے۔ یہ نام محض موتی جھیل والے قصر مین رہنے کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔

مین ایک متلون مزاج آدمی تھا۔ لیکن اپنی فیاضی اور انسانی ہمدردی کی وجہ سے اُس نے تمام رعایا کو اپنا دلی دوست اور گرویدہ بنا لیا تھا۔ بے انتہا دولت مند ہونے کی وجہ سے کبھی اُس نے تخت حاصل کرنے کی کوشش نہین کی اور سراج الدولہ کے بھائی فضل قلی کو اپنا بیٹا بنا لیا، وہی اس کی زندگی کا سہارا تھا۔

۱۷۴۸ء مین سراج الدولہ کا باپ زین الدین افغانون کے ہاتھون مارا گیا، اس زمانہ مین علی وردی خان کے بڑے بھائی حاجی احمد نے بھی وفات پائی،

۱۷۵۲ء مین علی وردی خان نے اپنے نواسے سراج کو اپنے بھتیجون پر ترجیح دے کر اسی کو ولی عہد مقرر کیا۔ اور فضل قلی کا جوانی ہی مین انتقال ہو گیا،

۱۷۵۵ء مین زین الدین نے بھی آخرت کی راہ لی، جس نے فضل قلی کو اپنا بیٹا بنایا تھا۔

گھسیٹی مین نسوانی محاسن کے علاوہ اور بہت سی خوبیان تھین، تاہم وہ بعض ایسی کمزوریون سے بھی خالی و پاک نہ تھی، جو عام طور پر عورتون مین ہوتی ہین،

حسین قلی خان نامی گھسیٹی کے شوہر کا ایک دوست تھا، یہ اُسے چاہتی تھی اور اُس کے عروج کی خواہان تھی اس بات نے نواب کو بیگم سے ناراض و بدگمان کر دیا، اور باہمی فتنہ فساد تک نوبت پہونچی، اگرچہ حسین قلی

کی طرفدار رہی، اس کے اثر سے حسین قلی ریاست کا ایک زبردست
رکن ہو گیا۔ لیکن حقیقت مین وہ اُس کا اہل نہ تھا، اس نے بہت جلد گھسیٹی
سے بگاڑ لی اور اس سے بیوفائی برتی، اور آہستہ آہستہ اُس سے جدا ہو گیا
اِس صُورت سے اُس نے گھسیٹی کو اپنا دشمن بنا لیا۔

اِدھر گھسیٹی کا بھتیجا سراج الدولہ بھی حسین قلی کے اطوار سے خوش نہ تھا
اور اُس کی آنکھون مین کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا، لہذا اُس نے علی وردی
سے حسین قلی کے مار ڈالنے کی اجازت چاہی۔ لیکن نوازش کی اجازت نہ
سے کچھ نہ کر سکا، گھسیٹی کو اپنے بے وفا، محسن کش حسین قلی کو سزا دینے کا
اچھا موقعہ ملا۔ اس نے اپنی والدہ سے مل کر اُس کے ذریعہ سے حسین قلی کے قتل
کی منظوری حاصل کرنے کے لیے نوازش کو مجبور کیا، اور یون اس کا خاتمہ
ہو گیا،

حسین قلی کی اس مصیبت ناک موت نے سراج کے چچا سید احمد کو بہت
خوف زدہ کیا اس نے پورنیاہ مین جا کر پناہ لی، لیکن وہان پہونچنے کے تھوڑے
دن بعد ہی وہ بھی مر گیا۔

اَب سراج کو اپنے راستہ سے صرف دو کانٹے دور کرنا تھے، ایک تو گھسیٹی
جس نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد فضل قلی کے چھوٹے لڑکے کو اپنا بیٹا بنا
لیا تھا، اور وہی گھسیٹی کی تمام ترمحبت کا مرکز ہو رہا تھا، اس کو گھسیٹی بیگم اپنے

شوہر کا تنہا وارث خیال کرتی تھی، اور اس کے لیے حکومت بنگال حاصل
کرنے کی بہت کچھ کوشان تھی، تخت کا دوسرا دعویدار سید احمد کا بیٹا شوکت جنگ
پورنیاہ کا صوبہ دار تھا۔

علی وردی خان کی موت سے پہلے، کچھ عرصہ تک عملی طور پر تمام انتظامات
سراج کے ہاتھ مین رہے تھے، اس وجہ سے نوازش اِس کا سب سے بڑا دشمن ہو رہا
تھا اور اپنی پرانی دشمنی نکالنے کے لیے اُس کی بیوی سے لڑائی مول لینے
کا بہانہ ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کا اصل مقصد صرف یہ تھا کہ جو کچھ مال و دولت وہ
رکھتی ہے، اُس پر قبضہ کر لے۔ اُس کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ میر نذیر علی نامی
ایک افسر سے بیگم کو بہت محبت ہے، اور وہ اسے چاہتی ہے،

سراج نے اس خبر سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا، اور فوراً بیگم کو ایک خط
لکھا جس مین نذیر علی کے ساتھ بے جا اتہام لگا کر سمجھایا گیا تھا کہ یہ افواہ نواب
کے خاندان کے لیے شرمناک ہے اور مناسب تجویز یہ ہے کہ اس بدنامی کو دور
کرنے کے لیے چاہیے کہ اس بدمعاش کا سر کاٹ کر بھیج دیا جائے۔

گھسیٹی کو خط ملا، لیکن اس نے کچھ توجہ نہ کی، اس سے فتنہ و فساد کی
جو آگ آہستہ آہستہ سُلگ رہی تھی وہ بھڑک اُٹھی۔ بوڑھا نواب علی وردی اب
تک زندہ تھا، اُس نے اُس آگ کو دبانے کی بہت کوششین کین لیکن
وہ کامیاب نہ ہوا۔

گھسیٹی بہت خوف زدہ ہوگئی تھی، اس نے اپنے تمام وفادار ملازمو
نذیر علی اور راج بلو وغیرہ کے ساتھ موتی جھیل مین پناہ لی۔

اس کے علاوہ اپنی حفاظت کی غرض سے بیس ہزار آدمیوں کی ایک
فوج سے قلعہ بندی کی، اور ہتھیارون، اور گولی بارود کا ایک کافی ذخیرہ
پہونچایا، ان تیاریون مین اس کو "ڈھاکے" کے راجہ "راج بلو" سے بہت
ملی، جو گھسیٹی بیگم کے مرحوم شوہر کا معتبر دیوان تھا۔

نوازش کے انتقال کے بعد سراج نے راج بلو کو قید کر کے اس پر بہت
ظلم و ستم کئے کہ بیگم کے بے شمار پوشیدہ خزانون کا پتہ بتائے، آخر وہ تاب نہ لا
مجبور ہوگیا۔ پھر بھی راج بلو نے جادۂ راستی سے کبھی باہر قدم نہ نکالا۔ کچھ عرصہ تک
اس کی سخت نگرانی رکھی گئی لیکن گھسیٹی کی التجاؤن پر وہ رہا کر دیا گیا، راج
اس احسان کو نہین بھولا، اس کو سراج سے کوئی توقع نہ تھی، کہ جب وہ
مسند نشین ہوگا تو راج بلو کی خطاؤن سے درگزر کرے گا۔ اسی بنا پر وہ گھسیٹی
کے ساتھ سراج کے خلاف سازش کرنے پر دل و جان سے مشغول ہوگیا،
کیونکہ راج بلو اپنے مال و دولت اور اہل و عیال کی حفاظت کے لیے یہ
بات ضروری خیال کرتا تھا چنانچہ اس نے مسٹر واٹ کو جو قاسم بازار فیکٹری کا
افسر تھا خط لکھا کہ: "اس کے خاندان کے لوگ بیری کو جاتے ہوئے کلکتہ مین ٹھہرین
اور وہان کچھ روز قیام پذیر رہین گے۔"

راج بلو ڈھاکے کا باشندہ، اور بہت بااثر آدمی تھا۔ انگریز ڈھاکہ کو
تجارتی صدر مقام بنائے ہوئے تھے۔ اس لیے قدرتاً اپنی تجارتی اغراض سے
اُس کو زیر بار احسان بنانے کے خواہش مند تھے۔ اس کے علاوہ سراج اُنکا
دشمن تھا، اور گھسیٹی اس کے تخت نشین ہونے کے خلاف سازش کر رہی تھی
اس کا خیال تھا کہ اگر وہ اپنی کوششون مین کامیاب ہوگئی تو انگریزون کو
اس سے بہت فائدہ پہونچے گا۔ اور چونکہ راج بلو گھسیٹی کا دیوان تھا، اس
وجہ سے انگریز اس کی تجویز پر فوراً رضامند ہوگئے، اور جب اُس کے اہل و
عیال کلکتہ پہونچے تو انگریزون نے ایک محفوظ مقام مین ان کو رکھا

سراج کا دوسرا دشمن شوکت جنگ تھا۔ جس دن سے علی وردی خان
نے سراج کی ولی عہدی کا اعلان کیا تھا۔ شوکت جنگ رشک و حسد سے
جل رہا تھا۔ وہ سراج کے خلاف گھسیٹی سے مل گیا۔

۱۷۵۶ء مین علی وردی خان کا انتقال ہوا، سراج نے فوراً اپنی جانشینی
کا اعلان کر دیا۔ اور دوسرے دن موتی جھیل کا اس طرح محاصرہ کر لیا کہ باہر سے
قلعہ مین کوئی نہین داخل ہو سکتا تھا۔ اگرچہ قلعہ مستحکم اور بہت پائدار بنا تھا
اور اچھے موقع پر بڑی جھیل کے وسط مین واقع تھا۔ اور خشکی کی طرف صرف
ایک تنگ راستہ تھا۔ تاہم بیگم تین روز سے زیادہ مقابلہ نہ کر سکی۔ اس کو
نواب "پورنیاہ" سے مدد ملنے کی اُمید تھی۔ لیکن اُسے مدد نہ پہونچ سکی، اسلیے

بیگم بہت پریشان ہوئی۔ شوکت جنگ کو بھی محاصرہ کی اطلاع نہ کر سکی۔ ا
عرصہ مین رسد کی کمی کی وجہ سے محصور سپاہی بھی بددل ہو گئے تھے
آخر مجبور ہو کر انھون نے تیسری سب کو قلعہ خالی کر دیا۔ اور بھاگ کھڑے
ہوئے۔ اس وقت علی وردی کی بیگم قلعہ مین داخل ہوئی۔ اور اپنی
لڑکی کو تسلی و تشفی دیکر یقین دلایا کہ سراج کے ہاتھون سے تمہین کوئی تکلیف
نہ پہونچے گی اور نہ تمہاری دولت چھینی جائے گی، بشرطیکہ چند شرائط منظور
گھسیٹی نے سراج کے شرائط منظور کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور اپنے ا
میر نذیر علی کے بنگال سے بہ حفاظت چلے جانے کے لیے پروانہ راہداری طلب
کیا تو اب اسپر رضامند ہو گیا۔ اور میر نذیر کے بنگال سے حفاظت کے سا
چلے جانے کے احکام جاری کر دیے آخر میر نذیر کو بنگال چھوڑ دینا پڑا۔ اور
سنا گیا کہ اس نے دہلی پہونچکر گھسیٹی کی امداد کے لئے فوج جمع کرنے کی
کوشش شروع کی ہے۔ اس خبر پر گھسیٹی بیگم اپنی موجودہ فوج کو بھی علیحدہ
کرنے اور خود شہر مین واپس آنے کے لیے مجبور کی گئی۔ لیکن شہر مین پہونچتے
وہ فوراً گرفتار کر لی گئی اس کا محل، اور تمام مال و دولت ضبطی مین آ گیا۔
خزانہ ریاست مین داخل کر لیا گیا۔ نیز علاقہ بھی ضبط ہو گیا۔ تاہم سراج نے
ان تمام سپاہیون اور فوجی افسرون کو معافی دیدی جو اپنی آقا گھسیٹی کی
کی طرف سے لڑ رہے تھے۔

گھسیٹی بیگم رہا ہونے پر بھی میر جعفر، جگت سیٹھ، اور راج بلو سے مل گئی۔ جو سراج کے خلاف سازش کر رہے تھے۔ بیگم نے اور بہت سے دوسرے لوگون کو ان کے ساتھ مین شامل کر کے انہین بہت مدد پہونچائی۔ وہ ان کارروائیون کے لیے مخفی طور پر نامہ و پیام کرتی رہتی تھی۔ اور اپنے مددگارون کو بتاتی رہتی تھی کہ اسپر کس قدر ظلم ہوئے ہین۔ اور کتنی حق تلفی و بے عزتی کی گئی ہے۔ اور اس کا مال و دولت زبردستی چھین لیا گیا ہے۔ اور جو کچھ احسانات اس (گھسیٹی) کے خاندان نے ان لوگون پر کیے تھے، وہ سب یاد دلاتی تھی۔ اسپر جو کچھ مصیبتین پڑی تھین ان کا اظہار کرتی تھی، غرض ہر پہلو سے انہین سراج کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی کوششین کر کر کے ابھارتی تھی، اب گھسیٹی نے وہ سونا بھی نکالا جو اپنے خفیہ خزانہ مین چھپا رکھا تھا، اور اس مین سے ایک حصہ میر جعفر کو دیا۔

اس زمانے مین انگریز کلکتہ کے چارون طرف خندق کھود رہے تھے، اور اس کی قلعہ بندی مین مصروف تھے، انھون نے راج بلو کے بیٹے کشن داس کو بھی پناہ دی تھی، جو بہت سا مال و متاع لیکر کلکتہ آیا تھا، اس مال مین کچھ تو اس کے باپ کا اور کچھ روپیہ گھسیٹی بیگم کا تھا، یہ دو سب سے بڑے سبب ہین جن کی بدولت سراج اور انگریزون مین لڑائی ہوئی۔

گھسیٹی کی موت بھی نہایت دردناک طریقہ سے ہوئی، پلاسی کی جنگ کے بعد وہ اور آمنہ دونوں بہنیں قید کر کے ڈھاکے بھیجدی گئی تھیں میرجع[illegible] نے جبارت خان کے نام علی وردی خان کے خاندان کو تہ تیغ کرنے کے احکا[illegible] دیکر تیئو سواروں اور ایک جمعدار کو روانہ کیا۔ اور جمعدار کو الگ احکام دی[illegible] کہ اگر جبارت خان ان احکام کی تعمیل نہ کرے تو خود جمعدار کرے چنانچہ ایس[illegible] ہی ہوا کہ جبارت خان نے اس دردناک سازش میں حصہ لینے سے صاف انکار کر دیا۔ اور ان کی تعمیل جمعدار پر چھوڑ دی۔

ظالم جمعدار ان دونوں بہادر بیگموں کو رات کے وقت کشتی میں بٹھا[illegible] شہر سے دو میل کے فاصلہ پر لے گیا اور ان کے پانوں میں بھاری بوجھ باندھ کر کشتی پر سے دریا میں گرا دیا۔ اس وقت کا منظر نہایت پر آشوب تھا[illegible] بہنیں کشتی کو پکڑ پکڑ کر کچھ دیر تک تو پانی میں ہاتھ پانوں مارتی رہیں۔ لیکن بہت جلد جمعدار نے ان کے سروں پر لاٹھیاں مار مار کر گرانے کی کوشش کی او[illegible] ہاتھ بھی کاٹ ڈالے۔ آخر وہ اپنی جان نہ بچا سکیں اور ڈوب کر جان دیدیں۔

سلہ؎ ۱۷۷۰ ادریس مسٹر ہال ویل جو اصلاح بنگال کے متعلق انہوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے پروپرائٹروں کے سامنے ۱۷۶۵ء میں پیش کیا (صفحہ ۵۴)

آمنہ بیگم

سراج الدولہ کی ماں

آمنہ، علی وردی خان کی سب سے چھوٹی لڑکی تھی، اس کی شادی اس کے چچیرے بھائی زین الدین احمد سے ہوئی تھی۔

علی وردی کو بنگال کی حکومت ملنے کے تھوڑی مدت بعد ہی آمنہ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس لڑکے کی ولادت علی وردی خان کیلئے بہت مبارک ثابت ہوئی اس کی قسمت چمک اٹھی۔

خان موصوف نے اُسے اپنا بیٹا بنا لیا، اور اپنے باپ کے نام پر اس کا نام مرزا محمد رکھا۔ جو بعد کو بنگال کی تاریخ میں سراج کے نام سے مشہور ہوا

آمنہ ایک فیاض و رحم دل عورت تھی، اس نے اپنے لڑکے کو ہمیشہ نیکی کی تعلیم دی، اس کی رحم دل طبیعت نے بیگم (لیڈی) اجانس کو رہا کرنے پر اپنے بیٹے کو آمادہ کر دیا، حالانکہ یہ رہائی مرزا محمد (سراج) کے مفاد کو مضر تھی اور اس نے مسٹر ہال ویل کے چھوڑانے میں بھی اپنی ماں کو بہت کچھ مالی امداد دی تھی،

جب سراج، انگریزوں سے جنگ آزمائی کی تیاریاں کر رہا تھا، تو آمنہ نے اسے بہت منع کیا۔ لیکن سراج نے اپنی ماں کے کہے کا کچھ خیال نہ کیا۔ آخرکار

انگریزون پر حملہ کرنے کا جو کچھ نتیجہ ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

آمنہ نے اپنے لڑکے کو انگریزون سے لڑنے کے لیے محض اس وجہ سے منع نہین کیا تھا کہ اس کو نتیجہ کی طرف سے اطمینان نہ تھا، بلکہ یہ سبب بھی تھا کہ اس لڑائی سے اس کے ذاتی فوائد کو بھی نقصان پہونچتا تھا

کہا جاتا ہے کہ بیگم تجارتی کاروبار مین حصہ لیا کرتی تھی۔ لہٰذا وہ انگریزون سے بگاڑ کرنا نہین چاہتی تھی۔

امیر چند نامی سردار سراج کا خاص طور پر مورد عنایات تھا، ایک بار اس کی افیون اور شورہ کا ایک بڑا حصہ آمنہ بیگم کی کشتی پر بیگم کے ذخیرہ افیون کے ساتھ جارہا تھا راستہ مین ہگلی جاتے ہوے امیر چند نے سراج الدولہ کی اجازت سے اپنا سامان، اپنی ذاتی کشتی مین، اس غرض سے رکھوا لیا کہ وہ بیگم کے مال سے پہلے منزل مقصود پر پہونچ جائے، اور اچھے دامون فروخت ہو آمنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت خفا ہوئی اور اُسے سخت غصہ آیا کیونکہ امیر چند کی اس حرکت سے اس کا مال بالکل نہ بک سکا، اس نے اپنے باپ کو اس طرف توجہ دلائی، لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا

زین الدین احمد نے مرشد آباد کے زمانۂ قیام مین معلوم کیا کہ نوازش اور

لہ ماخوذ از خط مسٹر لی کونٹ بنام ایم اکورٹن مورخہ ۲۹۔ جون ۱۷۵۵ء۔ ہلس بنگال

انڈین ریکارڈس سیریز جلد اول صفحہ ۲۰

سید احمد بہت مالدار ہین۔ اور اس خوف سے کہ آئندہ اپنی دولت کے زعم مین کچھ فتور نہ پیدا کرین۔ شمشیر، سردار، اور دوسرے افغان امراء کو اپنا طرفدار بنانے کی کوشش کی، اس نے نواب کو یہ بھی صلاح دی کہ ان امیرون کی ایک تیس ہزار کی فوج بھرتی کی جائے اور وہ بہار کی سرزمین مین رکھی جائے نواب کو اول تو بہت کچھ تردد اور تعجب ہوا، لیکن بعد مین اس تجویز کو منظور کرنا پڑا۔ اور زین الدین نے ایک دربار منعقد کیا، اس دربار مین بذات خود افغان امراء کو پان تقسیم کر رہا تھا، جو ان کے لیے خاص اعزاز تھا کہ اتنے مین اُنھین مین سے ایک شخص نے اس کے پیٹ مین چھری بھونک دی زین الدین اپنی تلوار میان سے نکالنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کا سر زمین پر آرہا افغانون نے دربار اور محل کا محاصرہ کر کے حاجی احمد خزانچی کو بے رحمی سے مار ڈالا۔

اگرچہ زین الدین کے قتل کے بعد گھبراہٹ اور خوف کا ایک ہولناک سمان چھایا تھا۔ لیکن آمنہ نے اس پُرآشوب وقت مین بھی اپنے ہوش و حواس درست رکھے، اور زنان خانہ کا دروازہ بند کرنے کا حکم دیا۔ افغانون کے راستہ مین اب کوئی رکاوٹ نہ تھی، زین الدین کی تمام دولت ان کے ہاتھ آئی اور جو کچھ اُنھون نے پایا اٹھا کر لے گئے، وہ آمنہ اور دوسری بیگمون کو بھی زبردستی

لہ ماخوذ از خط ڈاکٹر فورتھ مقام چنسورہ، بنام مسٹر ڈریک مقام فلکتا مورخہ ۱۶ دسمبر سنہ ۱۷۵۵ء

ہل کی آئی۔ آر۔ ایس۔ جلد ثانی صفحہ ۶۳ و ۶۴

کھلی ہوئی گاڑی مین بٹھا کر، خمشیر کے کیمپ مین لے گئے، اور اُن کے
ساتھ بہت بے رحمانہ برتاؤ کیا۔ لیکن (ہم اوپر بیان چکے ہین) علی وردی کی
ان کو شکست دیکر آمنہ بیگم کو بچالیا۔

تاریخ بنگال پڑھنے والے اچھی طرح جانتے ہین کہ میرن کس طرح سراج
کی موت کا باعث ہوا۔ چنانچہ اس کی لاش جو زخمون سے چور چور ہو رہی تھی
ایک ہاتھی پر لادکے مرشدآباد کی سڑکون پر گھمائی گئی۔ آخر وہ خونی منظر آ
کے محل کے سامنے آیا۔ اس وقت جو دل دکھانے والا سمان پیش نظر تھا
وہ بیان نہین کیا جاسکتا۔

آمنہ بیگم جس کو پہلے سے اپنے بیٹے کے بے وقت موت کی خبر نہین
تھی، اب اچانک واقف ہوئی تو اس صدمہ سے بے اختیار ہوگئی، اور محل
سے نکلکر ہاتھی کی طرف دوڑی۔ اس نے نعش کو نیچے اوتار لیا بار بار بوسے
دیتی تھی، اور بے اختیار روتی تھی، وہ بیگم جس کے پاؤن کبھی سڑک کی خاک
سے آشنا نہ تھے آج ننگے پاؤن ہاتھی کے پیچھے پیچھے بدحواس دوڑی چلی
جاتی تھی۔

خادم حسین خان اس سین کو اپنے مکان کے بالاخانہ سے دیکھ رہا تھا
اُسنے اُن فوائد کا بھی کچھ پاس نہ کیا جو سراج کے والد سے حاصل ہوئے تھے، بلکہ
ان سب کو فراموش کرکے اس نے اپنے چند ملازمون کو بھیجا کہ موقع پر پہونچکر

آمنہ کو زبردستی واپس لے آئین۔ یہ ظالم سپاہی بڑی بے رحمی سے آمنہ بیگم
کو مارتے ہوئے مکان کی طرف واپس لائے میر جعفر نے گھسیٹی اور آمنہ دونون
کو قید کرکے مرشدآباد سے ڈھاکے بھیجدیا۔ وہان وہ سخت قید مین رکھی گئین

اس کے بعد محض ایک بے بنیاد شبہ پر میرن نے ان کو اس فریب سے
کہ مرشدآباد لے جاتے ہین، کشتی پر بٹھا کے بیچ دریا مین لے جانے کا حکم دیا
جب آمنہ اور گھسیٹی بیچ دریا مین پہونچین تب ان کو بتایا گیا کہ وہ کس غرض
سے یہان لائی گئی ہین۔ گھسیٹی خوف زدہ ہو کر آنسو بہانے لگی، لیکن آمنہ
ایک قوی دل عورت تھی اُس نے اپنی بہن کی طرف مڑ کے اسے بہت کچھ
تسلی و تشفی دی اور کہا کہ:

بہن ہم بڑے گنہ گار ہین ہمین خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس طرح ہم
کو کفارہ ادا کرنے کا موقع ملا۔ اور ہمارا خون میرن کی گردن پر رہے گا ہم کو
اپنی اس بے کسی کی موت پر آنسو نہ بہانا چاہیے۔

پھر دونون بیگمون نے نہانے اور کپڑے بدلنے کے بعد میرن کے لیے
یہ کہہ کر بددعا کی:

اے قادر مطلق ہم دونون گنہ گار و مجرم ہین، لیکن ہم نے میرن کو کوئی
نقصان نہین پہونچایا ہے، بلکہ دنیا مین جو کچھ اس کے پاس ہے، وہ اُس
نے ہماری ہی بدولت پایا ہے، اور ہم نے جو کچھ احسانات اس کے

ساتھ کئے ہین۔ ان کا معاوضہ ہم کو اس بے انصافانہ حکم قتل کے سوا اور کچھ نہین ملا ہے۔ ہم امید کرتے ہین کہ تو خود" ہمارے مرنے کے بعد اس ظالم پر اپنا غضب نازل فرما کر ہمارا اور ہمارے بچون کا پورا بدلہ لے گا"[1]

ان کی آخری دعا قبول ہوئی۔ اور کہا جاتا ہے کہ اسی واقعہ کے روز، رات کو میرن کے سر پر بجلی گری اور وہ مر کے اپنی سزا کو پہونچا۔

[1] ایضاً جلد ۲۔ صفحہ ۴۲۹۔

لطف النساء بیگم

نواب سراج الدولہ کی بیوی

ہندوستان کی تاریخ پڑھنے والون کو بنگال کے آخری خود مختار بدنصیب نواب سراج الدولہ کی زندگی کے واقعات معلوم ہین۔ لیکن اس کی محبوبہ بیوی لطف النساء کے متعلق وہ کچھ بھی نہین جانتے۔

لطف النساء کی شادی سراج الدولہ سے کب اور کیونکر ہوئی؟ اس مین اہل تاریخ کا کچھ اختلاف ہے۔ گرچہ کچھ واقعات ثبوت کو پہونچے ہین ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سراج الدولہ کی پہلی شادی، ایرج خان کی لڑکی سے ہوئی تھی لیکن اُس بیوی کے حالات اس زمانہ کی کسی تاریخ مین نہین ملتے۔ اور نہ اُن کا نظامت کے کاغذات سے کچھ پتہ چلتا ہے۔

مسٹر ہویرج کا بیان ہے کہ "لطف النساء اصل مین ہندو عورت تھی، اور وہ موہن لال کی بہن فیضی کے علاوہ اور کوئی نہین ہوسکتی"۔ لیکن مصطفےٰ اپنی کتاب سیر المتاخرین مین لکھتا ہے کہ: لطف النساء، فیضی یا فیضن نہین ہے فیضی سراج الدولہ کی کوئی اور عورت تھی

بہت سے مورخون نے لطف النساء کو صاف طور پر سراج کی بیوی بتلایا ہے

البتہ لطف النساء کسی شریف خاندان سے نہ تھی۔ وہ نواب علی وردی خان کے حرم سرا مین لونڈی کی حیثیت سے داخل ہوئی تھی۔ نواب کا پیارا نواسہ اس کے عالم شباب، حسن روز افزون، اور فہم و ذکاوت کے عمدہ اوصاف کی بدولت اُس سے محبت کرنے لگا اور آخر کو سراج الدولہ کی بیوی ہوگئی۔

لطف النساء کوئی بدچلن، آوارہ عورت نہ تھی۔ بلکہ ایک نہایت نیک بخت بہت محبت کرنے والی، اور نازک بدن عورت تھی، وہ سراج الدولہ کی برائیون کے باوجود بھی اس سے محبت کرتی تھی، اور ہمیشہ اس کی وفادار رہی بین رہتی تھی، وہ اپنے شوہر کے عروج اور خوشی مین حصہ لینے والی، اور مفلسی و مصیبت مین ساتھ دینے والی تھی، جو مختصر حالات آئندہ بیان کیے جائین گے ان سے اس کی وفاداری اور نیک بختی کی پوری تصدیق ہوگی۔

۵۵-۱۷۵۴ء سراج کو اس کے کوتاہ نظر اور ناعاقبت اندیش ساتھیون نے راجہ جانکی رام کے خلاف بھڑکایا۔ چنانچہ نواب نے راجہ کی طاقت برباد کرنے کا مستقل ارادہ کر لیا۔ کیونکہ وہ بہار کو خاص اپنی حکومت مین رکھنا چاہتا تھا اس وجہ سے کہ اصل مین اس کے نانا علی وردی خان نے بہار کا حاکم اُس کو مقرر کیا تھا۔

سراج الدولہ صرف لطف النساء اور اُسکی والدہ کو لیکر پٹنہ روانہ ہوگیا۔ راست مین چند ساتھی اور بھی آ ملے۔ پٹنہ پہونچکر سراج الدولہ نے جانکی رام کے

پاس پیغام بھیجا کہ قلعہ ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ مگر جانکی رام نے صاف انکار کر دیا۔ سراج الدولہ نے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن اس بے سوچے سمجھے کام کرنے کا کچھ اچھا نتیجہ نہ نکلا، بلکہ اُسے شکست اٹھانا پڑی، اور راجہ کی باقاعدہ فوج نے اُس کو پسپا کر دیا۔

شکست کے بعد سراج الدولہ اور لطف النساء نے شہر کے باہر ایک جھونپڑے مین پناہ لی۔ جانکی رام فوراً وہان پہونچا۔ اور دونون کو ساتھ لا کر عزت سے قلعہ مین رکھا اور بہت اخلاق و اکرام سے پیش آیا

علی وردی خان کو جلد اس واقعہ کی اطلاع دی گئی، وہ نہایت غصہ اور بہت عجلت مین پٹنہ آیا۔ مگر یہان پہونچکر بوڑھا نواب علی وردی خان نواب سراج الدولہ کی منت و سماجت سے کچھ اسدرجہ مغلوب ہوا کہ اس نے نواب کی پیشانی کو بوسہ دیا، اور اس کی نوجوانی و شباب کی غلطی معاف کر دی ۱۷۵۶ء مین جب سراج اور انگریز تاجرون مین جھگڑا ہوا۔ اور مسٹر واٹ قاسم بازار کی فیکٹری کا منیجر اپنی بیوی بچون سمیت نواب کے ہاتھون مین گرفتار ہوگیا۔

ان کی زندگی، اور سلامتی محض سراج الدولہ کی والدہ آمنہ بیگم کے احسان و کرم پر منحصر تھی۔ اس نے ان قیدیون کو ۳۰ روز تک اپنے گھر مین چھپائے رکھا۔ اور اسی اثنا مین اپنی بہو لطف النساء سے ان کو آزاد

کرا دینے کے لیے بہت زور کے ساتھ درخواست کی۔ لطف النساء کو اِن پر بہت رحم آیا۔ اور اپنے شوہر کی خفگی و غصہ کا کچھ خیال نہ کیا بلکہ نہایت آزادی و جرأت سے کام لیکر سراج الدولہ کی خدمت مین اُن کی سفارش کی۔

پہلے تو سراج پر اُس کی سفارش کا کوئی اثر نہ ہوا، لیکن بعد مین لطف النساء کی اشک ریز آنکھون نے اس کی التجاؤن کو منظور کرا لیا۔ اور اِن قیدیون کو رہا کر دیا[1]۔

پلاسی کی جنگ ختم ہونے کے بعد سراج الدولہ بالکل تباہ و برباد حالت مین تھا۔ اس کے بیوفا ساتھی بھی اُسے چھوڑ چکے تھے۔ آخر وہ فوراً اپنے خسر ایرج خان کے پاس گیا۔ مگر ایرج خان نے بھی بے کسی و مفلسی مین اُس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

سراج الدولہ نے ہر طرف سے مایوس ہو کر بھاگنے کا مستقل ارادہ کر لیا وہ روانہ ہونے ہی والا تھا کہ لطف النساء اس کے پانون پر گر پڑی۔ اور ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ سراج نے اسے بہت سمجھایا بجھایا۔ اور کہا کہ یہ بھاگنا محض عارضی ہے۔ اور میرا ارادہ بہت جلد طاقت و فوج لے کر اپنی سلطنت واپس لینے کے لیے آنے کا ہے۔ لیکن لطف النساء کے آگے کچھ پیش نہ گئی۔ اور یہ شوہر پرست و نیک دل بی بی اپنے ارادہ سے باز نہ آئی۔

[1] ایچ-بی-بیرا جیل انیل آف بنگال صفحہ ۵۸

مجبوراً سراج الدولہ لطف النساء اور نیز نازون کی پالی چھوٹی لڑکی اور ایک وفادار بوڑھے نوکر کو ساتھ لیکر بھگوان گولہ کی طرف روانہ ہوا جب صبح ہوئی اور رفتہ رفتہ دھوپ کی شدت بڑھنے لگی تو لطف النساء نے اپنے شوہر کی خفگی رفع کرنے مین بہت کوششین کین۔ اور برابر اپنے رومال سے ہوا دیتی رہی۔

بھگوان گولہ پہونچکر نواب نے شمال کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ پدم اور مہانند دریاؤن کو عبور کرنے کے بعد جب اُس کی کشتی بیوڑال[1] پہونچی۔ تو دریا کا دہانہ تنگ ہو جانے کی وجہ سے وہ موضع نیجر پور سے آگے نہ بڑھ سکا۔

تین دن رات کھانے کی تکلیف اٹھانے کے بعد آخر سراج نے ایک فقیر کے جھونپڑے مین پناہ لی۔ اس فقیر کا نام دانا شاہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس فقیر کو کسی موقع پر سراج کی ذات سے کوئی اذیت پہونچی تھی۔ اس بنا پر وہ اس سے دلی دشمنی اور نفرت رکھتا تھا۔ اسے سراج سے بدلہ لینے کا یہ موقع خوب ہاتھ آیا۔

فقیر نے میر قاسم کو جو اسوقت راج محل کا فوجدار تھا۔ خفیہ طور پر اطلاع دیدی۔ میر قاسم نے بہت جلد آکر سراج کو گرفتار کیا۔ اور قید کر کے مرشد آباد بھیجدیا۔

[1] راج محل سے چار میل کے فاصلہ اور دریا کے ساحل پر یہ ایک موضع ہے ۱۲

اپنے شوہر کے ساتھ وفاداری بی لطف النساء بھی گرفتار ہوئی۔ اس کا تمام قیمتی سامان چھین کر ڈھاکہ بھیج دیا گیا۔

سراج الدولہ کے ساتھ جو کچھ سلوک مرشدآباد مین کیا گیا وہ ناقابل بیان ہے میرن کے اشارے پر محمد بیگ نے اُسے بالکل بے قصور قتل کر دیا۔

سراج الدولہ کی موت کے بعد لطف النساء کو شادی کے پیامون سے نے بہت تکلیف پہونچائی۔ ایک موقع پر لطف النساء کی طرف سے اس پیام کا یہ جواب تھا: "جو شخص ہاتھی پر سوار ہونے کا عادی ہو وہ گدھے پر بیٹھنا کیونکر پسند کر سکتا ہے"[۱]

چند سال کے بعد انگریزون کی مہربانی و خوش اخلاقی کی بدولت لطف النساء مرشدآباد واپس آئی۔ انگریزی حکومت نے اس کی بسر اوقات کے لیے ایک ہزار روپیہ ماہوار کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ اس کے علاوہ اس کے شوہر سراج، اور نواب علی وردی خان کی قبرون کی حفاظت و درستی کے لیے تین سو پانچ روپیہ ماہوار کا ایک وظیفہ اُسے ملتا تھا۔ لطف النساء نے اس روپیہ کو کبھی ناجائز طور پر خرچ نہین کیا۔ وہ اس مین سے کچھ روپیہ صرف اپنی شدید ضرورتون مین صرف کرتی تھی۔ باقی سب خیرات کر دیتی تھی

یقینی طور پر نہین کہا جا سکتا کہ سراج کے بعد کتنے عرصہ تک لطف النساء

---

[۱] مظفر نامہ، صفحہ ۱۰۶

زندہ رہی۔ اور کب اس نے وفات پائی۔

(۱) فورسٹر نے اپنے خط مورخہ ۲۱-۱۰ اگست ۱۷۸۱ء مین لکھا ہے کہ اس وقت تک لطف النساء اپنے شوہر کے مقبرہ پر اکثر اس کی موت پر افسوس و رنج اور غم و ماتم کا اظہار کرنے کے لیے آیا کرتی تھی[۱]۔

(۲) مصطفےٰ مترجم سیر المتاخرین نے اس کو مرشدآباد مین سراج الدولہ کی موت کے تیئیس برس بعد دیکھا تھا[۲]۔

(۳) مسٹر بیورج نے بھی نظامت کے کاغذات مین ایک خاتون عمدۃ النساء کا ذکر دیکھا ہے جسے وہ لطف النساء ہی سمجھتے ہین[۳]:

"اس عمدۃ النساء نے اگست ۱۷۹۰ء مین گورنمنٹ کو ایک یادداشت بھیجی تھی جس مین ترقی وظیفہ کی درخواست کی تھی"۔ اگر مسٹر بیورج کا خیال صحیح ہے تو ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ لطف النساء سراج کی موت کے ۳۳ برس بعد تک

---

[۱] (۱۷۸۱ء) صفحہ ۱۲ - جرنی فرام بنگال ٹو انگلینڈ

[۲] یہ خاتون اب مرشدآباد مین رہتی ہے۔ متاخرین جلد ۲، صفحہ ۲۰۵

[۳] یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ عمدۃ النساء نام کی عورت جو نظامت کے کاغذات مین سراج الدولہ کی بیوی لکھی گئی ہے۔ وہ لطف النساء ہی ہے یا کوئی اور؟ اگر لطف النساء ہے تو وہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۷۹۰ء تک زندہ تھی - ایچ بیورج، کلکتہ ریویو ۱۸۹۳ء صفحہ ۲۰۴

زندہ رہی ہے لطف النساء خسرو باغ میں آکر اپنے شوہر کے مزار پر پھول چڑھایا کرتی تھی۔ یہ باغ دریائے بھاگیرتی کے مغربی کنارہ پر واقع ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جس وقت اس کا دم آخر ہوا ہے۔ اُس وقت وہ اپنی شوہر کی قبر کی پرستش (زیارت و فاتحہ خوانی) میں مشغول تھی۔ انتقال کے بعد اپنے شوہر کے قبر کے قریب ہی دفن کی گئی۔

افسوس ہے کہ بے رحم زمانہ کے ہاتھوں خسرو باغ کے سوا ہر چیز برباد ہو چکی ہے۔ خسرو باغ آج تک موجود ہے۔ اور لطف النساء کی اپنی شوہر کے ساتھ انتہائی وفاداری کا زبان حال سے اعلان کر رہا ہے۔

لطف النساء وہ عورت تھی جس نے زندگی بھر اپنے شوہر کا سوگ کیا۔ اور ایک سال تک اس کی قبر پر قرآن پڑھنے کیلئے حافظوں کو نوکر رکھا۔

رابعہ بیگم

دختر حاجی احمد

رابعہ بیگم نواب علی وردی خان کی بھتیجی اور عطاء اللہ خان کی بیوی تھی جو شجاع کا رشتہ دار تھا۔ اور کسی زمانہ میں بنگال کا صوبہ دار رہ چکا تھا۔

اس کی تین لڑکیاں تھیں، ان میں سے ایک لڑکی کی نسبت سراج الدولہ سے ہوئی تھی۔ مگر وہ شادی سے قبل ہی مر گئی۔ اور رابعہ کو اس کے مرنے کا بے انتہا صدمہ ہوا۔

۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء میں علی وردی خان نے اپنے عزیز نواسہ کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی اور اپنے دوسرے نواسہ کی شادی رابعہ بیگم کی خاطر اور اس کا غم غلط کرنے کی غرض سے عطاء اللہ خان کی دوسری لڑکی سے کر دی

عطاء اللہ خان ایک بہادر اور سربرآوردہ سپاہی تھا۔ علی وردی خان نے مرہٹوں کی مہم پر اس کو میر جعفر کی کمک میں بھیجا تھا۔ چنانچہ جو جنگ ہوئی اس میں عطاء اللہ خان نے بہت نام پیدا کیا۔

مرہٹوں کے مقابلہ میں جو فتح حاصل ہوئی تھی اس پر غرور کر کے اور نیز سازشیں کرنے کے خیال سے وہ علی وردی خان کو مارنے اور گرفتار کرنے کی

تجویزوں پر میر جعفر سے متفق ہوگیا اور نواب کی سلطنت دونوں نے آپس میں تقسیم کرنے کا ارادہ کرلیا۔ مگر سازش کھل گئی اور عطاء اللہ کو فوج سے نکال دیا گیا۔

وہ اپنا سب مال و متاع اور جائداد منقولہ وغیرہ لے کے گنگا پار اُتر کر مالوہ میں رہنے لگا۔

رابعہ بیگم اپنے شوہر کی قسمت میں شریک حال رہی اور دانائی و خاموشی کے ساتھ مفلسی کا مقابلہ کرتی رہی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ لکھنؤ تک گئی۔ بس تھوڑے ہی عرصہ میں عطاء اللہ خان، اپنے نول رائے کی ماتحتی میں ملازمت م گئی تھی۔ اور جو قنوج کا نائب حاکم مقرر کیا گیا تھا، نواب احمد خان بنگش کے مقابلہ میں اپنے مالک کی طرف سے کام آیا۔

اس وجہ سے رابعہ بیگم ایک اجنبی ملک میں تنہا رہ گئی۔ لیکن اس نے قیمتی تحفے تحائف کے ذریعہ سے لکھنؤ کے زمینداروں اور رئیسوں کو اپنی جانب متوجہ کرلیا۔ اس طرح تھوڑے عرصہ کے بعد ہی مع اپنے تمام ساز و سامان مال و دولت اور اہل خاندان کے اپنے واپس جانے کا موقع مل گیا، وہ پہلے پٹنہ گئی وہاں سے مرشد آباد آکر اپنے چچا علی وردی خان کی حفاظت و حمایت میں رہنے لگی موتی جھیل کے مشہور محاصرہ کے زمانہ میں رابعہ گھسیٹی بیگم کے ساتھ تھی لیکن اپنے بیٹے اکرام الدولہ کی بیوہ بیوی کی بدولت اس مصیبت سے بچ گئی

جو گھسیٹی پر نازل ہوئی تھی۔

سنہ ۱۱۰۵ھ میں رابعہ بیگم کا انتقال ہوگیا۔ گو اس میں انسانی کمزوریاں اور اخلاقی عیوب بھی تھے، مگر ساتھ ہی بہت سی خوبیاں بھی تھیں، اس نے اپنے مرنے سے بہت پہلے اپنے تمام گزشتہ گناہوں سے توبہ کرلی تھی اور خدائے تعالےٰ کی بارگاہ میں رحمت کی دعا مانگتے مانگتے اس کا دم آخر ہوا۔

بستر مرگ پر جو کچھ الفاظ اس کی زبان سے نکلے تھے وہ ثبوت دیتے ہیں کہ رابعہ اپنے مذہب کی بڑی پکی عقیدہ کی بڑی سچی تھی وہ اپنے دین کو برحق سمجھتی اور اس پر کامل یقین و ایمان رکھتی تھی، اس کی آخری دعا یہ تھی۔

خدایا مجھے کیا تو میرے گناہوں کی سزا دے گا؟ تجھے یہ حق ضرور حاصل ہو!
مگر میں تیری گنہگار لونڈی ہوں۔ تو کیا تو مجھے معاف نہیں کرسکتا؟
اگر تو مجھے معاف کردے تو یہ تیرے کرم سے کچھ دور نہیں، اور تیرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ تو ارحم الراحمین ہے!!......

منی بیگم

نواب میر جعفر کی بیوی

منی بیگم کسی شریف خاندان کی عورت نہ تھی۔ بلکہ وہ جوانی کے زمانہ میں ایک طوائف تھی۔ اس کی ماں سکندر آباد کے ایک غریب باشندہ بالمکند نامی کی غریب بیوہ تھی۔

چونکہ اپنی غریبی اور مصیبت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے اپنی لڑکی کی پرورش نہیں کر سکتی تھی۔ اس سبب سے اپنی اکلوتی اور پیاری بیٹی کو اس بیوہ نے ایک شخص بشو نامی کے سپرد کر دیا۔

بشو منی اور اپنی لڑکی ببو کو دہلی لے گیا۔ اور وہاں دونوں لڑکیوں کو ناچ گانے کی تعلیم دلائی۔

اسی زمانہ میں سراج الدولہ کی دھوم دھام سے شادی ہونے والی تھی۔ بشو مع اپنے طائفہ کے جس میں منی اور ببو دونوں شامل تھیں "رقص" کے لیے مرشد آباد میں بلایا گیا۔

جلسے ختم ہونے کے بعد میر جعفر نے منی کے ناچ پر فریفتہ ہو کر طائفہ کو کچھ روز کے لیے مرشد آباد میں اور ٹھہرا لیا۔ اور روزانہ اُسکے یہاں آنے جانے لگا۔

اور پھر اس کا ایسا متوالا ہوا کہ بشو کو مزید قیام کا حکم دیدیا۔ اور پانسو روپیہ ماہوار تنخواہ دینے کا وعدہ کیا منی راضی ہو گئی۔ اور مرشد آباد میں رہنے لگی آخرکار میر جعفر نے اس کے ساتھ شادی کر لی۔ اس کے بعد ببو سے بھی نکاح کر لیا

منی بی اُس وقت سے منی بیگم کہلانے لگی۔ اور میر جعفر کی بدولت ایک طوائف اپنا پیشہ چھوڑ کر گھر میں بیٹھ گئی۔ منی کے بطن سے میر جعفر کے دو لڑکے بھی ہوئے (۱) نجم الدولہ (۲) سیف الدولہ

ببو بیگم کے بطن سے صرف ایک لڑکا مبارک الدولہ ہوا۔

منی بیگم ایک نہایت ہوشیار اور سمجھدار عورت تھی۔ اس کی دماغی قابلیتوں اور دلی محبت نے میر جعفر کی حرم سرا میں سب سے ممتاز جگہ دلوادی اور وہی میر جعفر کی اس تمام مال و دولت کی مالکہ ہو گئی جو میر جعفر سراج الدولہ کے "ہیرا جھیل" والے محل سے لایا تھا۔

میر جعفر کی وفات کے بعد منی کا لڑکا نجم الدولہ مسند نشین ہوا۔ اور "میرن" کے چھوٹے لڑکے کے دعوی کو انگریزوں نے تسلیم نہیں کیا۔

نجم الدولہ اور اس کی ماں منی بیگم کا ارادہ تھا کہ نند کمار کو دیوان مقرر کریں۔ لیکن کلکتہ کونسل کے ممبروں نے نند کمار کو ناپسند اور اس تجویز کو نامنظور کر دیا۔ آخر رضا خان نے بہت بڑی رشوت دیکر اس عہدہ کو حاصل کر لیا۔

۱۷۶۶ء مین ابتلائے بخار ہو کر نجم الدولہ نے وفات پائی۔ نجم الدولہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی سیف الدولہ تخت نشین ہوا جس کی عمر صرف سولہ برس کی تھی۔ اس کی کم سنی کی وجہ سے ملک کا تمام انتظام منی بیگم کے ہاتھون مین دیا گیا۔ ۱۷۷۰ء مین اس نوجوان نواب نے بھی چیچک مین مبتلا ہو کر انتقال کیا

اب ببو بیگم کا لڑکا مبارک الدولہ نواب بنایا گیا۔ اس وقت مبارک کی عمر صرف بارہ سال کی تھی۔

۱۷۷۲ء مین وارن ہسٹنگ بنگال کا گورنر مقرر ہو کر آیا۔ اُس نے ریاست کی آمدنی ناکافی دیکھ کر انتظام مین اصلاح کی کوشش شروع کی۔ پہلے تو اس نے حکومت کے معاملات کی جانچ کے لیے ایک خفیہ کمیٹی مقرر کی اور نند کمار کے اشارے پر کمیٹی نے رزیڈنٹ مڈلٹن کو رضا خان کی گرفتاری کے لیے لکھا۔ کیونکہ کمیٹی رضا خان ہی کو تمام خرابیون کی جڑ سمجھتی تھی اس کے بعد رضا خان کلکتہ لایا گیا۔ اگرچہ کچھ دنون تک رضا خان منی بیگم کے خلاف ببو بیگم کی مدد کرتا رہا تھا کیونکہ وہ منی بیگم کے فوائد کو نقصان پہونچانا چاہتا تھا تاہم منی بیگم کو اس کی گرفتاری کا بے انتہا رنج ہوا۔ اور اس نے محض خدا کے واسطے حتی الامکان اس سے رہا کرنے کی کوششین کین۔

رضا خان کی بے عزتی کے بعد منی بیگم کمسن نواب کی اتالیق مقرر ہوئی

منی بیگم نے کونسل مین نند کمار کے لڑکے گرودا اس کو راجہ کا خطاب ملنے اور دیوان یا محاسب اعلیٰ کے عہدہ پر مقرر کئے جانے پر بہت زور دیا۔ لیکن اس کی کوئی معقول وجہ نہین معلوم ہو سکی کہ ببو بیگم کے عوض، نواب مبارک الدولہ کی سوتیلی مان منی بیگم کیون سرپرست مقرر کی گئی۔ اور ببو بیگم کی درخواست بنگال گورنمنٹ نے کیون نامنظور کر دی۔ بہرحال منی بیگم کے تقرر کے وجوہ کونسل نے ۱۱ جولائی ۱۷۷۲ء کی کارروائی کے سلسلہ مین حسب ذیل بیان کئے ہین:

> نواب موجودہ کی سرپرستی و نگرانی کے لیے نواب مرحوم میر جعفر علی خان کی بیوہ منی بیگم سے زیادہ موزون اور قابل اعتماد ہم کسی کو نہین پاتے ہماری پالیسی اور مصالح سے قطع نظر کر کے بھی اس بیگم کا مرتبہ اس اعزاز کا اہل سمجھا جاتا ہو۔ البتہ ان تمام معاملات مین جنہین بذات خود وہ نہین کر سکتی ہو، یقیناً دیوان بطور خود کارروائی کریگا ایک عورت مین سب اعلےٰ قابلیتون کے پائے جانے کی امید نہین کی جاتی۔ لیکن منی بیگم مین اس قسم کی قابلیتون کی کوئی کمی نظر نہین آتی۔ اس محدود ذمہ داری کے لیے زیادہ فہم و ذکاوت کی ضرورت بھی نہین ہے۔

کام مین آسانی کے خیال سے منی بیگم نے اعتبار علیخان خوجہ کو راجہ گرودا اس

کا نائب مقرر کر دیا۔ لیکن وہ بیوقوف اور بد معاش آدمی تھا اسی وجہ سے
اپنے عہدہ پر مغرور ہو کر اس نے اپنے زمانہ کے بہت سے مشہور لوگون کی بے عزتی
کی، اور اس طرح ملک مین سخت بے اطمینانی اور دل کبیدگی پیدا کر دی۔ اسی کی
صلاح سے منی بیگم نے بو اور مبارک کو تمام اختیارات محروم کر دیا کر دیا۔ لیکن
اس ناسمجھ اور ناتجربہ کار افسر پر بیگم نے جو مہربانیان کی تھین، آگے چلکر ان
پر سخت نکتہ چینی کی گئی۔

گورنر جنرل ہسٹنگ نے مبارک کا وظیفہ ۳۲ لاکھ سے گھٹا کر سولہ لاکھ
کر دیا۔ یہ روپیہ اس کی کمسنی تک منی بیگم کی رائے سے حسب ذیل مدون مین
خرچ کرنا ہوتا تھا:

(ا) نواب کا سامان عیش و عشرت

(ب) نواب کے خاندانی اور فوجی اخراجات

(ج) اس کا ایک حصہ میر جعفر کے رشتہ دارون اور اسکے دوسرے متعلقین کی تنخواہون
مین صرف ہوتا تھا

(د) ایک حصہ علی وردی خان کے جانشینون کی تنخواہون مین جاتا تھا۔

(ہ) کچھ تنخواہین مبارک کے متعلقین کو بھی دی جاتی تھین

دو برس کی طویل تحقیقات کے بعد رضا خان رہا کیا گیا۔ اور جو اختیارات
اس کے چھین لے گئے تھے۔ وہ پھر اُسے حاصل ہو گئے۔ تب منی بیگم ایک لاکھ سالانہ

وظیفہ دیکر الگ کر دی گئی

لیکن اس سے قبل کہ سیاسی معاملات مین کوئی تبدیلی ہو، ویرن
ہسٹنگ نے رضا خان کو اس بہانہ سے الگ کر دیا کہ نواب اپنے معاملات خود انجام
دینے کے قابل ہو گیا ہے، اور اس نے خود ہم (ہسٹنگ) کو اس مضمون کا خط
لکھا ہے کہ: "مجھ (مبارک الدولہ) پر بلا وجہ ظلم اور بدچلنی کا الزام لگایا جاتا
ہے" لیکن "کورٹ آف ڈائرکٹرز" کو بدستور رضا خان کے بحال کیے
جانے پر اصرار تھا۔ کیونکہ درحقیقت نواب مین معاملات ریاست سمجھنے کی
قابلیت نہ تھی۔

ویرن ہسٹنگ برابر عرصہ تک اس حکم کو ٹالتا رہا۔ اور منی بیگم و نواب
کی طرفداری کئے گیا۔ مگر آخر کار اُسے مجبور ہونا پڑا۔

۱۷۹۳ء مین مبارک الدولہ نے وفات پائی۔ اس کے انتقال کے بعد
اس کا بڑا بیٹا بابر علی ۲۸ ستمبر ۱۷۹۳ء کو ناظم بنگال مقرر ہوا۔

منی بیگم کی علحدگی کے بعد اس سے حساب طلب کیا گیا۔ اور حسابات
کی جانچ پڑتال کے لیے مسٹر گورنگ کی زیر صدارت ایک کمیشن مرشد آباد
بھیجا گیا۔ چنانچہ تحقیقات ہونے پر ایک بڑی کمی دریافت ہوئی۔ منی بیگم نے
ظاہر کیا کہ یہ رقم گورنر جنرل ہسٹنگ اور ان کے ملازمون پر صرف کیگئی ہے

ایسٹ انڈیا منی بیگم کی عزت کرتی تھی۔ لہذا اس کے اس عذر پر کمیٹی کو خاموش ہونا پڑا۔

جنوری ۱۸۱۳ء مین جس وقت منی بیگم نے قضا کی ہے تو اس کے احترام اعزاز و ماتم مین اُتنی ہی توپین سر کی گئین جتنی منی بیگم کی زندگی مین اُنکے اعزاز مین چلتی تھین۔ وفات کے بعد جعفر گنج کے قبرستان دفن کی گئی۔

ایک بار رانی بھوانی نے اسے تیس کہار اور ایک پالکی دی تھی۔ اور ان کہارون کے لیے ایک قطعہ اراضی بھی معافی مین مقرر کیا تھا۔ یہ قطعہ اراضی نظامت مین شامل تھا۔ اور اس سے بارہ ہزار روپے ماہوار کی آمدنی ہوتی تھی۔

مرشد آباد مین چوک کی مسجد اسی بیگم کی یاد تازہ کرتی ہے۔ یہ مسجد ۱۷۶۷ء مین تیار ہوئی تھی۔

منی بیگم ایک بڑی ہمت والی اور سمجھ دار عورت تھی۔ البتہ اُس کے مزاج مین کچھ سرکشی اور بے صبری ضرور تھی۔ اُسوقت بنگال مین رانی بھوانی کے سوا اور کوئی ایسی ہستی نہ تھی، جو فیاضی مین منی بیگم سے سبقت لیجا سکتی یا برابری کر سکتی۔ وہ اپنی عام مہربانی اور سخاوت و امداد کی بدولت کمپنی کی "مادر مہربان" کہلاتی تھی۔ اعتبار علیخان کو معمولی درجہ سے اختیار اور عزت کے اعلیٰ درجہ پر پہونچا دینا اسی عقل مند بیگم کا کام تھا۔

منی بیگم بھی اصلی بیگمون اور خاص حرمونکی حیثیت سے ایک لاکھ سالانہ سے زیادہ وظیفہ پاتی تھی" اور اسے اچھے کامون مین صرف کرتی تھی۔

ایک مرتبہ منی بیگم کو معلوم ہوا کہ اِسکی ایک خادمہ محض روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنے لڑکے کی شادی نہین کر سکتی ہے، یہ سنکر بیگم نے اُسی وقت خادمہ کے پاس ستر یا اسی اشرفیان معہ اور ضروری اسباب کے بھیجدین۔

غلام حسین نے اس واقعہ کو سیر المتاخرین مین مفصل طور پر بیان کیا ہے جسوقت یہ شادی ہوئی ہے تو وہ مرشد آباد ہی مین تھا۔

میر جعفر کی بیوی منی بیگم کے حالاتِ زندگی سے یہ بات خوب اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ ایک عورت جو مُفلسی مین پیدا ہوئی ہو، جس نے آغوشِ بے کسی مین پرورش پائی ہو، وہ محض اپنی ذہانت اور خوبصورتی کی وجہ سے کس طرح اس درجہ پر پہونچ سکتی ہے۔

"اللہ بس، باقی ہوس"

خاتمہ

از جناب مولوی محمد حسین صاحب مجتبی لکھنوی

ناظرین! "بیگمات بنگال" کی آپ سیر کر چکے، آپ نے دیکھا کہ: اس چھوٹے سے سفر مین کیا کیا سبق آموز اور عبرت آمیز منظر آپ کی نظر سے گزرے۔ آپ نے سمجھا کہ: اس "تذکرۂ بیگمات" مین ضمنی طور پر خانہ جنگیون اور ہماری تباہی و بربادی کی کس قدر دل خراش داستان پنہان ہے! پہلے کیا تھے اور اب کیا سے کیا ہو گئے؟ یہ جو کچھ آپ کی آنکھون نے خون رلانے والے تماشے دیکھے یہ درحقیقت واقعات کا ایک دھندلا سا خاکہ ہے جو دیدۂ عبرت شرط ہے، بڑی بڑی کتابین اپنا دل کھول کے آپ کے سامنے رکھے موجود ہین!

اس چھوٹی سی سیر مین آپنے یہ بھی معلوم کر لیا ہو گا کہ عورت اپنے اندر کیا قوت پنہان رکھتی ہے اور اپنی فطری ذہنی و دماغی قابلیتون کی وجہ سے کیا کیا کچھ پر تاثیر نتائج پیدا کر سکتی ہے؟

وہی عورت جس کا تاریخ عالم مین مرد سے اچولی دامن کا ساتھ رہا ہے آج ایک وجود بیکار اور ضعیف و کم مایہ ہستی سمجھی جانے لگی ہے

یہان تک کہ خود اس کو اپنی طبعی قوت و قدرت کا احساس نہین رہا۔!!!...

لیکن یہان کی بات یہ ہے کہ مرد جو کچھ کرتا اور کر سکتا ہو! اور ابتدائے خلقت سے اب تک جو کچھ بھی کیا ہے، اُس مین عورتون کے ہاتھ ضرور تھے اور ہونا ضرور ہین۔

اسی "بیگمات بنگال" مین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان خواتین نے کیا کیا کام کیے، وہ دربار پر کیا اثر اقتدار رکھتی تھین؟ اور اُن کی قوتین کیا کیا حیرت ناک و ناقابل فراموشی کام کرتی تھین؟

سچ یہ ہے کہ وہی قومین دنیا مین کامیاب ہوئی ہین۔ اور اُنہین نے کچھ ترقی کی ہے، جن کی قوت بازو اور شریک استقلال عورتین بھی ہین۔ بیگمات بنگال مین بھی جب تک یہ باتین رہین، نوابی کی طاقت کو اُنھون نے بحال رکھنے کی کوششین کین لیکن افسوس خود ہم مین کچھ ایسے خود غرض، قوم کُش، پیدا ہو گئے جو حریفون سے ملکر ہمیشہ کے لیے خط غلامی لکھ گئے۔

تاہم جب تک بن پڑا بنگال کی عقلمند بیگمون نے دشمنون کا مقابلہ کیا اپنے شوہرون کے ساتھ وفاداری برتی اور اُنکا ساتھ دیا اپنی اولاد کی ان تھک کوششین کین۔ بھلائی، سخاوت، رحم، ایسے کامون مین حصہ لیا غریبونکو

فائدے ہو جائے۔ گو خود مصیبتین اور تکلیفین بھی جھیلین، اگر جب تک عقل
ذہانت، ہمت ان کی رفیق رہین۔ وہ اپنا کام کیا کین۔ اور حق یہ ہے کہ
اُن مین قریب قریب سب بیگمین غیر معمولی دل و دماغ کی عورتین تھین
انھون نے بنگال کی جلد برباد ہونے والی اسلامی طاقت کو عرصہ تک تباہ
ہونے سے بچایا اور مصائب کے گوناگون تھپیڑون کا زبردست مقابلہ کیا۔
آخر جب کچھ نہ بنائے بنی، تو مجبوراً انھون نے گوشہ عافیت اختیار کرلیا، ورنہ

"زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز"

پر عمل کرکے انگریزی گورنمنٹ نے اپنی عنایت سے جو کچھ بھی دیا اُسے
صبر و شکر سے قبول کیا۔ پھر کبھی کوئی ایسی حرکت نہین کی جس سے
ان کی وفاداری پر مشتبہ نظرین پڑ سکتین۔

ہر حال جو کچھ بھی انھون نے کیا بہت کیا، اور ضرورت ہے کہ
ان کے عمدہ کارنامون سے ہم مفید سبق لین ۔ انسانی کمزوریون سے قطع
نظر کرین، اور اپنے فرائض کو پہچانین۔ خاص کر وہ معزز خواتین جن مین اب
اپنے فرض کا احساس کامل پیدا ہو گیا ہے۔ وہ کیا ہے، علم کا شوق!

جہان تک مین خیال کرتا ہون۔ بیگمات بنگال کے حالات پر کوئی
مستقل کتاب اردو مین موجود نہ تھی، جس مین اس تفصیل و ترتیب سے
ان کی سوانح زندگی لکھے گئے ہون، اور ضرورت کا یہ تقاضا ہے کہ جسقدر ممکن ہو

اس قسم کی کتابین اردو مین منتقل کی جائین کہ حقیقت مین لٹریچر (ادب اردو)
کی ترقی اور اصلاح معاشرت کی عملی سعی مشکور یہی ہے، اس خیال کو پیش
نظر رکھتے ہوے ہم شکر گذار ہین کہ عزیزی سید ذی النورین انور صاحب نے
اس ضرورت کو محسوس کرکے "بیگمس آف بنگال" ایسی دلچسپ و سبق آموز
کتاب کا ترجمہ اور نسوانی ادبیات اردو مین بہترین اضافہ فرما کر
اس کو جلد شائع فرمادیا امید ہے کہ سید صاحب موصوف آئندہ بھی اس
قسم کا سلسلہ جاری رکھین گے کہ: ع

"ابھی تک میری آنکھون کو وہی ذوق تماشا ہے"

مخلص

محمد حسین محوی (لکھنؤ)

۱۲- دسمبر ۱۹۱۸ء

فہرست مضامین بیگمات بنگال

رائے

از بابو جادوناتھ سرکار ایم - اے پروفیسر پٹنہ کالج

مین نے نہایت غور کے ساتھ بابو برندر ناتھ بنرجی کی کتاب "بیگمات بنگال" کے قلمی مسودے کو پڑھا مصنف کی محنت قابل داد ہو-

انگریزی زبان مین جس قدر کتابین اس موضوع پر لکھی گئی ہین اُن مین سے تقریباً سب کو موصوف نے دیکھا ہو اور اپنی تاریخی ذہانت کا اس طرح ثبوت دیا ہو کہ مختلف ذرایع سے جو معلومات اُنھین حاصل ہوے ہین اُن مین معتبر اور غیر معتبر روایات کا باہم امتیاز دکھادیا ہو-

صحت واقعات کا بھی موصوف نے بہت بڑا خیال والتزام رکھا ہو- اور جس کتاب سے جو واقعہ اخذ کیا ہو اُس کا ٹھیک حوالہ فٹ نوٹ مین دیدیا ہو اُسی کے ساتھ اُنھون نے من گھڑت افسانون کو کتاب مین درج کرنے سے قابل تعریف بے نیازی صرف کی ہو جن سے صرف کتاب کی دل آویزی اور رنگینی ضرور بڑھ سکتی تھی-

جن خواتین کی زندگیون کے واقعات کا اُنھون نے مطالعہ کیا ہو اور علمی اخلاق وتاریخی حیثیت سے اُن کو جو اہمیت دی ہو اُس مین چاہے ہم مصنف کی رائے

سے متفق نہون لیکن اُن کی تاریخی دیانت اور صحت کے متفق کوئی اختلاف نہین کیا جاسکتا۔

مصنف نے جو تاریخی طریقہ بجائے خود اختراع کیا ہو اور جس خاموشی کے ساتھ انہایت کم فرصتی کی حالت مین اور کتب خانے کی سہولتین نہ میسر ہونے پر اس ابتدائی کتاب کی تیاری مین جو دشواریان برداشت کی ہین وہ امید دلاتی ہین کہ اگر انھین عمدہ مواقع اور کافی سامانے میسر آئے تو وہ اعلیٰ درجہ کی مفید اور غیر فانی دلچسپ کتابین شائع کرسکین گے۔

۲۲ - اپریل ۱۹۱۵ء

جادو ناتھ سرکار
ایم - اے

فہرست

اُن کتب کی جن سے "بیگمات بنگال" کی تالیف مین مدد لیگئی ہو

۱ - سیر المتاخرین مولفہ سید غلام حسین خان ۴ جلد مطبوعہ ۱۹۰۲ء

۲ - ریاض السلاطین مصنفہ غلام حسین سلیم ترجمہ مولوی عبد السلام ۱۹۰۲ء

۳ - تاریخ ہندوستان مولفہ مورخ مسلمانان مترجمہ الیٹ و ڈاوسن ۸ جلد ۱۸۶۶ء

۴ - انڈین ریکارڈ سیریز متعلق بنگال ۳ جلد مصنفہ ایس - سی - ہل

۵ - انتخاب کلکتہ گزٹ بابت ۱۸۰۶ء تا ۱۸۱۵ء مرتبہ ایچ - ڈی - سینڈمن

۶ - خطوط وارن ہسٹنگز بنام زوجہ خود مرتبہ ایس - سی - گریر ۱۹۰۵ء

۷ - دلچسپ تاریخی واقعات مصنفہ جے - زیڈ - ہال ویل ۲ حصہ ۱۸۹۵ء تا ۱۸۹۸ء

۸ - انڈین ٹریکٹ از جے - زیڈ - ہال ویل مرتبہ لال گوپال گوسامی حصہ چہارم ۱۸۹۳ء

۹ - ایڈریس بنام پروپرائٹرز ایسٹ انڈیا اسٹاک بابت اظہار اسباب ناگزیر و حقیقی وجوہ شورش بنگال ۱۸۶۳ء مرتبہ جے - زیڈ - ہال ویل مطبوعہ ۱۸۶۳ء

۱۰ - آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی مقدس یادگارین مصنفہ فاسٹر حصہ ۱۹۰۹ء

۱۱ - بنگال مین انگریزون کی ابتدائی تاریخ مولفہ سی - آر - ویلسن ۱۸۹۵ء

۱۲ - "ہندوستان" مصنفہ آرمس جلد اول مطبوعہ ۱۸۷۵ء

۱۳۔ حالات بنگال ۱۷۶۳ء تا ۱۷۶۶ء از ونیس ٹارٹ

۱۴۔ انتخابات غیر مطبوعہ ریکارڈ گورنمنٹ بابت ۱۷۴۸ء تا ۱۷۶۷ء مطبوعہ ۱۸۶۹ء مرتبہ پادری جیمس لانگ

۱۵۔ واقعات بنگال کا بیان بزمانہ صوبہ داری عظیم الشان وعلی وردی خان ترجمہ گلیڈون ۱۷۸۸ء

۱۶۔ بنگال سے انگلستان تک سفر ۲ جلد ہے۔ فورسٹر ۱۷۹۸ء

۱۷۔ تاریخ بنگال مصنفہ سی اسٹورٹ ۱۸۱۳ء نمبر

۱۸۔ تاریخ فرشتہ ترجمہ ب اسکاٹ ۱۷۹۴ء

۱۹۔ مذہبی تاریخ بنگال از پادری ہیڈ ۱۹۰۱ء

۲۰۔ کلکتہ ریویو مضمون مرشد آباد کے پرانے مقامات از بیوریج صاحب ۱۸۹۰ء

۲۱۔ سوانح عمری لارڈ کلایو مصنفہ مالکم صاحب ۳ جلد ۱۸۳۶ء

۲۲۔ سوانح لارڈ کلایو مصنفہ کرسیولی ۱۷۷۵ء ۲ جلد

۲۳۔ بنگال پاسٹ اینڈ پریزیڈنٹ کلکتہ از جنرل ہسٹوریکل سوسائٹی

قیس ولبنیٰ عرب کا سچا عشق۔ اور سچے جذبات محبت طبع جدید (لائبریری ایڈیشن)

فلورا فلورنڈا ہسپانیہ اعظمیٰ کے عہد خلافت آل مروان مین عیسائیون کی حالت

یوسف نجمہ کا مل۔ جگ بیتی نہین آپ بیتی سے کیا موثر ہے کہانی میری، اور پھر وہ بھی زبانی میری

زوال بغداد شیعہ سنیون کی نا اتفاقی کا عبرت ناک نتیجہ۔ بغداد کی تباہی

مقدس نازنین۔ ایک لڑکی کا پوپ یعنی حضرت مسیح کا جانشین منتخب ہو جانا اور مسند پاپائی پر وضع حمل۔

رومتہ الکبریٰ۔ قدیم دولت روم اُس کا کر و فر اور گاتھ لوگون کا اس پر حملہ

فلپانا۔ ارض طرابلس الغرب پر صحابہ کا حملہ حضرت عثمان ذی النورین کا عہد اور جس ملک کے لئے اُلٹی جان دیے دیتا ہے اُس پر قبضۂ اسلام کی تاریخ

شوقین ملکہ۔ دوسری صلیبی لڑائی کے دلکش حالات مین ایک دلچسپ ناول

فردوس برین جیتے جی ملا اعلیٰ کا سفر اور جنت کی سیر اعلیٰ درجہ کا ظاہری فلسفہ اور اُس کا دوسرا نہایت ہی تاریک باطنی رخ

خیالی ناول

حسن کا ڈاکو حرام پور کے نواب کا اعمال نامہ حصۂ اول ۱۲ دوم ۱۲ دونون

اسرار دربار حرام پور۔ نواب مذکور کے رہے سہے حالات نمبر اول ۵ نمبر دوم

خوفناک محبت ہندوستانی شریف زادیون کی پاکدامنی وجہالت کی اس سے اچھی تصویر نہین ہو سکتی

آغا صادق کی شادی۔ ایک سچا واقعہ اور نہایت دلچسپ (لائبریری ایڈیشن)

غیب دان دولھن۔ بی بی کی حیرت انگیز غیب دانی۔

پاداش عمل۔ ایک نہایت ہی دلچسپ ناول موسوم بہ ”کنتھ“ کا ترجمہ جسے مولوی صدیق حسن سب ایڈیٹر دلگداز نے بڑی خوبی سے ترجمہ کیا ہے۔ جلد اول جلد دوم

ملنے کا پتہ۔ مینجر دائرہ ادبیہ لکھنؤ

ذخیرہ کتب:۔ محمد احمد ترازی